مارچ 2017ء
جمادی الثانی 1438ھ

ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰهَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔
(بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے قلب پر نظر جمائے گھات میں بیٹھا رہتا ہے جب انسان اللہ کا ذکر کرے وہ دور ہٹ جاتا ہے اور جب یادِ الٰہی سے غافل ہو تو شیطان آگے بڑھ کر اس کے قلب میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے۔

اعمال اور کردار دعویٰ (ایمان) کے گواہ ہوتے ہیں۔
گواہ جھوٹے ہوں تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ (بیان صفحہ: 8)
الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

تصوف

تصوف اس راستے کا سفر ہے جو اللہ کو قلب سے ربّ ماننے کے لئے ہے۔ اللہ کو اللہ تو کافر و مشرک بھی مانتے تھے لیکن اپنی مرضی کی صفات سے مانتے تھے۔ اللہ کریم نے بندوں کو اللہ سے آشنا کروانے، اللہ کی پہچان سکھانے، اللہ کے روبرو ہونے کے محسوسات عطا کرنے کے لیے ازل سے انبیاءؑ بھیجے۔ امام الانبیاءؑ سرورِ کائنات، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر اللہ نے نبوت کی تکمیل کردی۔ اللہ کیسے ہیں؟ اللہ کی صفات کیا ہیں؟ انہیں نہ صرف جاننا بلکہ ان صفات کو دلی کیفیات کے ساتھ ماننا اسلام ہے۔

نبی کریم ﷺ کی صحبتِ عالی میں یہ دلی گرویدگی ایک لمحے میں نصیب ہوگئی۔ حالتِ ایمان میں آنے والے مرد و زن صحابہ کرامؓ یعنی مثالی مسلمان بن گئے۔ انہیں صحبتِ رسول اللہ ﷺ نے تزکیہ کا بلند ترین درجہ عطا فرما دیا۔ صحابہ کرامؓ کی صحبت نے تابعین اور تابعین کی صحبت نے تبع تابعین کے قلوب کا تزکیہ کیا۔ یہی وہ مبارک دور ہے جسے خیر القرون کہا گیا ہے۔ خیر القرون کے بعد مزکی اعظم ﷺ کی برکات کو اہل اللہ نے قلوب میں انڈیلا۔ لوگوں نے عمریں صرف کر کے صحبتِ شیخ میں ذکر اللہ کی ضربیں قلوب پر لگا کر اپنے قلوب کو چمکایا۔ اس استعداد کو اس قابل کیا کہ اللہ کو ربّ مانا جائے اور اس گرویدگی سے مانا جائے کہ توحید کامل ہو جائے، توکّل نصیب ہو جائے اور صبر و شکر سے عملی زندگی آراستہ ہو جائے۔

آج نماز، روزہ، زکوٰۃ، عمرہ، حج سب کچھ نظر آتا ہے اور نمازی، حاجی، روزہ دار سب عملی زندگی میں اللہ کے در پر سجدہ ریز ہیں۔ مگر بات بات پر نظر اسباب میں الجھتی ہے۔ درِ غیر سے اُمیدیں وابستہ ہیں۔ سود کے پیسوں سے سخاوت ہوتی ہے، حج اور عمرے ہوتے ہیں۔

تزکیہ کا فارسی ترجمہ تصوف ہے۔ تزکیہ، تصوف، صحبتِ شیخ میں بیٹھ کر ذکرِ الٰہی کے ذریعہ دل کو پاک کرنے اور برکاتِ نبوت کو سمونے کا نام ہے۔ یہ سنت عہدِ نبوی میں دورِ صحابہؓ میں تھی، خیر القرون میں رہی۔ تب سے ہمیشہ تک برکاتِ نبوت ﷺ کو پانے کا یہی طریقہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

عنوان	مصنف	صفحہ
اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
دعویٰ ایمان اور ہمارا کردار	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	17
اکرم التفاسیر سورۃ الصّٰفّٰت 101 تا 114	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	23
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	28
ایمان اور اعمال صالح کا انجام	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	37
خواتین کا صفحہ		40
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	43
تفسیر قرآن اکرم التفاسیر پر تاثرات	عائشہ عرفان، لاہور	45
مسائل جمیلہ	محمد اشفاق قریشی، ڈیرہ غازی خان	48
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

ماہنامہ المرشد

مارچ 2017ء جمادی الثانی 1438ھ

جلد نمبر: 38

شمارہ نمبر: 07

مدیر: محمد اجمل

نائب مدیر: محمد ادریس خان

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

انچارج ترسیل و حسابات: چوہدری محمد اسلم

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش 1200 روپے

مشرقِ وسطیٰ کے ممالک 100 ریال

برطانیہ یورپ 35 اسٹرلنگ پاؤنڈ

امریکہ 60 امریکن ڈالر

فار ایسٹ اور کینیڈا 60 امریکی ڈالر

ناشر: عبدالقدیر اعوان

انتخاب جدید پریس، لاہور 042-36309053

مرکزی دفتر: دار العرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:054-3562200, Fax: 054-3562198 Email:daruirfan@gmail.com

سرکولیشن و رابطہ آفس

ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381, Cell: 0303-4409395, Email: monthlyalmurshed@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل تفسیر
قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ ---- وَفَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرہ:87)

یہ حدیث کہ جس کا مفہوم ہے میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں، انہی روشن چراغوں کے حق میں ہے جو علومِ ظاہرہ کے ساتھ ساتھ سینے اور قلوب بھی منور رکھتے ہیں اور دوسروں تک یہ روشنی پہنچانے کی استعداد رکھتے ہیں۔ محض چند گردانیں یاد کر کے انہیں روٹی کا ذریعہ بنانے والے اس کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے نفس کی کسوٹی پہ جانچا۔ نفس مختلف مادی اجزاء کے یکجا ہونے کی وجہ سے صُورت پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی ساری توجہ مادی لذات کی طرف ہوتی ہے۔ یہ تو رُوح اور دل ہے جو عالمِ بالا کے حقائق سے منور ہوتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ نفس کو بھی منور کر کے اس کی خواہشات بدل دیتا ہے۔

برعکس اس کے تم نے نفس کو رُوح اور دل پر مسلط کیا جو انبیاء سے حصول فیض تو کجا الٹا ان سے اکڑ گیا۔ یہاں تک کہ تم بحیثیت قوم اکثر انبیاء کے قتل کے مرتکب ہوئے اور بہتوں کی تکذیب کرتے رہے۔ تکبر نفس نے تکذیب پہ اُبھارا اور تکذیب سے دل اس قدر سیاہ اور سخت ہوئے کہ انبیاء کے قتل سے بھی تم نے دریغ نہ کیا۔

یہی حال اکثر اہل اللہ کا ہو رہا ہے کہ لوگ استفادہ کرنے کے بجائے ان کی ایذاء کا سبب بنے رہتے ہیں اور ان کو اپنے فتووں کی زد میں رکھتے ہیں، بنیادی سبب تو وہی تکبر ہے۔

وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (سورۃ البقرہ:88)

اور اس کے ساتھ یہ دعویٰ کہ جی ہمارے دل تو پردوں کے اندر ہیں، کبھی میلے نہیں ہوتے، ہمیشہ حق بات قبول کرتے ہیں۔ اگر تمہاری باتوں میں وزن ہوتا تو ہمارے دل قبول کرتے۔ فرمایا، یہ بات نہیں کہ انبیاء کی بات بے وزن ہے بلکہ قبول نہ کرنے والوں کے دل کفر کے سبب لعنتِ الٰہی اور حق سے دُوری کی سزا میں گرفتار ہیں۔ جیسے پہلے تھے ایسے ہی اب رسول اللہ ﷺ کا انکار کر رہے ہیں، یہ ان کے کفر اور بے راہ روی کی سزا ہے۔

یہاں سے خوب پتہ چلتا ہے کہ کثرتِ گناہ بالآخر ایمان کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ دل سیاہ ہوتے ہوتے اس قدر سخت ہو جاتے ہیں کہ ان پر حق بات اثر نہیں کرتی، ورنہ اہلِ کتاب کی حالت یہ ہے کہ قرآن کو اور نبی اکرم ﷺ کو حق جانتے اور خوب پہچانتے ہیں مگر توفیق ایمان نہیں رکھتے۔

اداریہ

نشانِ منزل

اسلام وہ حقیقت ہے کہ منکر بھی جسے انکار کے باوجود کلی طور پر جھٹلا نہیں سکتا، چونکہ دین فطرت ہے اور تمام فطری تقاضوں کو بہترین طریقے سے پورا فرماتا ہے اس لیے دنیوی کامیابیوں کے پیچھے بھی "تحقیق" با آواز بلند یہ ثابت کرتی نظر آتی ہے کہ انسان اسلام کے وضع کردہ اصولوں کے بغیر دنیوی ترقی کی منازل بھی طے نہیں کر سکتا۔ جب اس کے ظاہری پہلو سے بڑھ کر باطنی پہلو پہ توجہ مبذول ہو تو سمجھ آتی ہے کہ یہ عظیم اور انمول مگر واحد ذریعہ ہے جو بشر کو بندہ بناتا ہے اور بندے کو تراش کر بندگی کی لذتوں سے آشنا کر دیتا ہے۔ بتوفیق الٰہی یہ آشنائی گرہیں کھولتی جاتی ہے کہ خالق کون ہے؟ مخلوق کی کیا حیثیت ہے؟ کارگہہ حیات کیا ہے اور امتحان کیا ہے؟ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے؟ مردود کون ہے اور مقترب ہونا کیا ہے؟ فنا کی حدود کیا ہیں اور حیات ابدی کیا ہے؟

اللہ پاک نے انبیاورسل علیہم السلام کو مخلوق کی تربیت کا فریضہ سونپا اور ان عظیم ہستیوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کو امام الانبیا مبعوث فرمایا۔ اگر کل بشریت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک جماعت انبیاء ورسل علیہم السلام کی اور دوسری غیر انبیا کی ہوگی۔ امت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کریم نے بے شمار عظمتوں میں سے ایک ایسی منفرد عظمت عطا فرمائی ہے کہ جس کا ذکر بھی کلام ذاتی میں فرمایا کہ کل بشریت میں دو ہستیاں ایسی ہیں جنہیں معیت ذاتی نصیب ہوئی۔

تمام انبیاء ؑ کو ہمیشہ معیت نصیب رہتی ہے لیکن وہ معیت صفاتی ہوتی ہے۔ اہل اللہ کو جو معیت نصیب ہے وہ بندے کی صفات سے مشروط ہوتی ہے۔ انبیاءؑ میں نبی اکرم ﷺ اور غیر انبیاء میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ وہ ہستیاں ہیں جن کی ذات ہائے مقدسہ کو اللہ کریم کی ذاتی معیت نصیب ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ (سورۃ التوبہ:40) پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وقت ہجرت نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے کندھوں پہ سوار تھے تو عالم خلق کو حضور ﷺ سے تعلق حضرت صدیق اکبر ؓ کے وجود مبارک سے نصیب تھا۔ عشق نبوی ﷺ کی بات ہو یا اطاعت رسول ﷺ کی، بندگی کی عظمتیں ہوں یا نبی ﷺ کی تربیت کا عملی نمونہ اگر نشانِ منزل کے طور پر چناؤ کرنا ہو تو سرفہرست نام مبارک آئے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی پیدائش عام الفیل سے تین سال بعد بمطابق 50 ق ھ/574ء کو عثمان بن ابی قحافہ کے گھر مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔ آپ ؓ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر سلمیٰ اور قبیلہ قریش کی شاخ بنو تمیم تھا۔ آپ ؓ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر جا کر نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے۔ آپ ؓ کی ازواج مبارکہ کی تعداد چار، تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا آپ ؓ اہل مکہ میں متمول اور قابل احترام حیثیت کے مالک تھے۔ آپ ؓ کا دور خلافت دو سال تین ماہ اور گیارہ دن تھا۔ آپ ؓ نے 22 جمادی الثانی 13 ہجری بمطابق 23 اگست 634ء تریسٹھ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں دار فانی سے پردہ فرمایا۔

آپ ؓ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ (سورۃ الفتح:29) کی شان کے مطابق نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچپن ہی سے مامور فرما دیئے گئے۔ بالغ افراد میں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر پہلی ہی دعوت پر مشرف با اسلام ہوئے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی سے لے کر وصال نبوی ﷺ کے دن پیشانی مبارک پر بوسہ دینے تک ہمہ وقت حاضر خدمت اور تعمیل حکم میں سر تسلیم خم رہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ہم نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ چکا دیا مگر ابوبکر صدیق ؓ کے احسانات ایسے ہیں کہ ان کا بدلہ اللہ جل شانہ ہی عطا فرمائے گا۔ آپ ؓ واحد ہستی ہیں جنہیں مسلسل چار نسل تک شرف صحابیت نصیب ہوا۔ والد محترم حضرت ابی قحافہ، آپ ؓ، صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن اور پوتے حضرت ابو عتیق محمد ؓ۔ آپ ؓ کے پہلے نام عبدالکعبہ کی تبدیلی عبد اللہ کے ساتھ، صدیق اور عتیق کے القابات دربار رسالت سے نصیب ہوئے۔ آپ ؓ نے وصال نبوی ﷺ کے امتحان میں ثابت قدم رہتے ہوئے نوزائدہ اسلامی ریاست کو انتہائی قلیل دور خلافت میں مضبوط بنیاد پر کھڑا کر دیا۔ آپ ؓ تدوین قرآن، ابتدا تسخیر عراق وشام، منکرین زکوٰۃ کا سدباب نیز انسداد فتنہ ارتداد کا سبب بھی ہوئے۔

آپ ؓ کے وصال مبارک کے مہینے میں اداریہ لکھتے ہوئے یہ سوچ رہا ہوں کہ آج ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں کہ جن لوگوں کی زندگیاں حصول زر کے لیے ساز و آواز میں گزریں وہ تو قومی سرمایہ گردانے گئے اور ان کی پیدائش و موت کے دن ہمیں خوب یاد رہتے ہیں مگر وہ ہستیاں جن کی زندگیاں نشان منزل بنیں ان کی یادیں ہم فراموش کیے بیٹھے ہیں۔

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

طریقۂ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ O اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ O أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ O اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ **دوسرے لطیفے:** کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

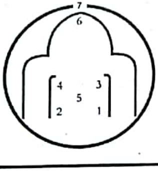

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔

ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

اللہ محمد رسول

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمۂ مَن وخاتمۂ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گرد سفر | کوئی ایسی بات ہوئی ہے | نشان منزل

متاع فقیر | دل دروازہ | سوچ سمندر

آس جزیرہ | دیدۂ تر

غزل

اپنے شعروں میں بسانے کی جسارت کرلوں
میں تجھے تجھ سے چرانے کی جسارت کرلوں

ہے غنیمت یہ ملاقات دم خواب سہی
دل جو چاہے وہ بتانے کی جسارت کرلوں

آج کی شب نہ ملے پھر کبھی برسوں شاید
آج انہیں پاس بلانے کی جسارت کرلوں

بعد مدت کے لگا چاند قریب آیا ہے
کیا ترا نام بتانے کی جسارت کرلوں

اپنا سرمایہ فقط ایک ادھوری خواہش
کیا ترے نام لگانے کی جسارت کرلوں

دیدۂ تر سے انتخاب

اقوالِ شیخ

1۔ ہر مسنون عمل قربِ الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔

(پمفلٹ بیعت کیا ہے؟ صفحہ:3)

2۔ مسلمان اپنی زندگی دوسروں کے لیے جیتا ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:6، صفحہ:3)

3۔ زندہ رہنے کے لئے جو طرزِ حیات اپنایا جائے اس کا نام دین ہے۔

(المرشد 2010، صفحہ:40)

4۔ تصوف تو محض نام ہے اس کیفیت کا جس میں کامل اتباعِ نبوت نصیب ہو جائے۔

(کنز الطالبین، ص:214)

5۔ عبادت کا حاصل یہ ہے کہ جتنی زیادہ عبادت کی توفیق ملے اتنا زیادہ اس میں خلوص آنا چاہیے۔

(اکرم التفاسیر، جلد:17، صفحہ:116)

6۔ قرآنِ پاک ایک آئینہ ہے جو ہر ایک کو اس کی اصلیت دکھا دیتا ہے۔

(اکرم التفاسیر، جلد 16، ص:119)

7۔ ہر مراقبہ اپنے اندر ایک جذب رکھتا ہے اور عالمِ بالا کی طرف اٹھنے والا ہر قدم عملی زندگی میں نیکی کے قریب تر کرتا چلا جاتا ہے۔

(کنز الطالبین، ص:154)

8۔ قوتِ گویائی اور بات کرنے کی صلاحیت کا اصل مصرف علومِ قرآن کا حصول اور اُسے آگے پہنچانا ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:6، ص:177)

9۔ جہاں دینی مصلحت ہو اور وہاں مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو ضرور خرچ کرے اور اللہ پر بھروسہ رکھے کہ یہ ضائع نہیں ہوگا۔

(شرح مسائل السلوک حصہ اوّل، ص:287)

10۔ سب مجاہدوں کا حاصل، عقیدہ کی پختگی، کردار کی اصلاح اور زندگی کا شریعت میں ڈھل جانا ہے۔

(کنوزِ دل، ص:68)

بیان 8 جنوری 2017ء

دعویٰ ایمان اور ہمارا کردار

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا
هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ
اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ
مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿١٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿١١﴾ اَلَآ
اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ
اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾ (البقرہ:8:13)

الحمدللہ! اللہ کریم ہمارا دعویٰ ایمان قبول فرمائے اور ہمیں توفیقِ عمل عطا فرمائے۔ اعمال اور کردار دعویٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ گواہ جھوٹے ہوں تو دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ کریم توفیق دے کہ ہمارا کردار ہمارے دعویٰ کی تائید کرے۔ قرآنِ کریم اللہ کا ذاتی کلام ہے اور کروڑوں درود اور بے حساب سلام ہوں اس عظیم ہستی پر جو انسانیت کو یہ پیغام پہنچانے کا سبب بنی اور واقعی کائنات کے لیے اللہ کی رحمت تھے، ہیں اور رہیں گے ﷺ!

اللہ کریم کا احسان ہے، قرآنِ کریم کی تفسیر سے مجھے بڑا شغف رہا۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ تفسیر لکھو، میں نے اسرار التنزیل لکھنا شروع کی۔ مجھ سے صرف رمضان شریف میں لکھی جاتی تھی۔ غیر رمضان میں میں کئی دفعہ کوشش کر چکا، دو جملے نہیں لکھے جاتے تھے۔ رمضان شریف میں اوسطاً تین پارے تفسیر ہو جاتی تھی۔ درمیان میں دو سال شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے نہ لکھی جا سکی۔ بارہ سال لگے، دس جلدوں میں اسرار التنزیل لکھی گئی۔ الحمدللہ! ہم بڑے خوش تھے، بڑی اچھی تفسیر لکھی گئی۔ پھر بات چلی، پنجابی میں تفسیر ہونی چاہیے۔ پنجابی میں شروع کی، خیال نہیں کتنا عرصہ لگا، وہ روزانہ کی بنیاد پہ چلتی رہی۔ الحمدللہ! تیس پارے مکمل ہو گئے۔ جیسے جیسے قرآن پڑھتے گئے ویسے ویسے مزید نکات کھلتے چلے گئے اور ہم نے سمجھا کہ اس میں بہت کچھ کیا، لیکن جیسے جیسے قرآنِ کریم کو پڑھنے کی سعادت ملتی رہی تو سمجھ آیا یہ تو کچھ بھی بیان نہیں کیا، ابھی مزید بہت کچھ باقی ہے۔ قرآنِ کریم ہی سے ہر جمعہ کچھ نہ کچھ بیان ہوتا تھا تو خیال گزرا کہ کیوں نہ ترتیب وار بیان کیا جائے تو سورۃ فاتحہ سے شروع کیا۔ غالباً ہم نے یہ 2005ء میں شروع کیا تھا اب 2017ء ہے۔ الحمدللہ! تیسواں پارہ نصف سے آگے جا چکا ہے تو تقریباً بارہ سال اس پہ بھی لگ گئے۔ بڑی تفصیل سے بیان کیا اور اتنی تفصیل سے بیان کیا کہ اس کی تیس جلدیں بن گئیں۔ ہر پارے کی ایک قابلِ قدر تفسیر اور جلد بنی لیکن اب بھی جب قرآنِ کریم کو کھولتے ہیں تو پتا چلتا ہے کچھ نہیں بیان ہو سکا، اگرچہ باتیں تو بہت کی ہیں۔ بات یہ ہے، قرآنِ حکیم اللہ کا کلام ہے جس کی گہرائی اتھاہ ہے۔

فارسی کا ایک مصرعہ ہے:

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

استسقاء کا مریض دریا کنارے پانی پیتا پیتا پیاسا مر جاتا ہے۔ لیکن اس کی پیاس نہیں بجھتی اور دریا سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ استسقاء ایک مرض ہوتا ہے کہ پیاس ختم نہیں ہوتی، مریض پانی پیتا رہتا ہے لیکن پیاسا رہتا ہے۔ تو شاعر کہتا ہے۔

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

قرآن کو بھی کوئی کتنا لکھے، کوئی کتنا بیان کرے، قرآنِ حکیم کے راز، اس کے نکات، یہ ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جب غوطہ لگاؤ، نئے جواہرات، نئے ہیرے، نئی باتیں، نئی نعمتیں نکلتی ہیں۔ ان ہی آیات کو متعدد بار، عمر بھر پڑھا، الحمدللہ! لکھا، تفسیریں بیان کیں، پھر پڑھا تو مزید گہرائی نصیب ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرہ:8) ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر، یہ دو ایسے جملے ہیں جو ایمان کی ساری جزئیات کو سمو لیتے ہیں۔ اس کی بنیاد اللہ کو ماننا ہے جیسا کہ وہ ہے، اپنی مرضی سے ماننا ایمان نہیں ہوتا۔ ایسا ماننا جیسا وہ ہے اور ایسا، کیسے مانا جائے؟ کون بتائے؟ یہ منصبِ رسالت ہے تو جب رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر جیسا آپ منواتے ہیں ویسا مانا جائے گا تو اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان ہو گیا۔ جب آخرت کو اور قیامت کو مانا جائے گا تو اس کا مطلب ہے سارے نیک و بد، عذاب و ثواب کو مانا، تب قیامت کو مانا۔ تو ان دو جملوں میں ایمانیات کے سارے تقاضے آجاتے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، وَمِنَ النَّاسِ۔۔۔ لوگوں میں ایسے بندے بھی ہیں

مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرہ:8)۔۔۔ جو کہتے ہیں، دعویٰ کرتے ہیں، ہم اللہ کریم کو مانتے ہیں، آخرت کو مانتے ہیں۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۔۔۔ اور وہ کہتے کہ ہم ایمان لائے لیکن وہ ایمان لاتے نہیں۔ کہتے ہیں، ہم مانتے ہیں لیکن انہوں نے مانا نہیں۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (البقرہ:9) اللہ سے مذاق کرتے ہیں، ٹھٹھا کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ۔۔۔ اللہ کے مومن بندوں سے مذاق کرتے ہیں تو گویا ایسا ہی ہے جیسے اللہ سے مذاق کر رہے ہوں۔ جو دین پر عمل کرتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہم بھی مسلمان ہیں۔ جو نیکوں جیسا حلیہ بنائے اس کا مذاق اڑاتے ہیں، جو عبادت کرتا ہے اس کے نماز، روزے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خود ادا نہیں کرتے دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ نیکی کی بات کرو تو مذاق اڑاتے ہیں۔ تو جو لوگ اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑاتے ہیں، نیکی کا مذاق اڑاتے ہیں گویا اللہ سے مذاق کر رہے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (البقرہ:9)۔۔۔ یہ بیوقوف ہیں کیونکہ دراصل یہ اپنا مذاق اڑا رہے ہیں، اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، دھوکا تو دینا چاہتے ہیں اللہ کو، اللہ کے نیک بندوں کو۔ دعویٰ اور ہے، کردار اور ہے۔ کہتے کچھ ہیں، کرتے کچھ ہیں۔ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں، اللہ کے حبیب ﷺ کو دھوکا دیتے ہیں، اللہ کے نیک بندوں کو دھوکا دیتے ہیں، ان کا مذاق اڑا رہے ہیں، لیکن درحقیقت اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، نتیجہ تو انہیں بھگتنا ہوگا۔ انجام کار نتائج ان کے سامنے آئیں گے۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (البقرہ:9) انہیں اتنا بھی شعور نہیں ہے کہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ خود انہیں پیش آئے گا۔ یہ خود اس کے نتائج بھگتیں گے، جو ثمرات اس پہ مرتب ہوں گے ان پر ہی وارد ہوں گے۔

تو میرے بھائی! ہم جب قرآنِ حکیم کی ان آیات سے گزرتے ہیں ترجمہ، معانی بھی دیکھتے ہیں تو ہمیں خیال ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کچھ لوگ مخلص تھے، انہیں قرآن نے مومن کہا۔ کچھ مخالف تھے انہیں قرآن نے کافر کہا۔ کچھ لوگ بظاہر مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے، اندر سے وہ کافروں سے ملے ہوتے تھے۔ کردار ان کا کافروں جیسا ہوتا تھا، اعمال کافروں جیسے ہوتے تھے، دعویٰ اسلام کا ہوتا تھا، انہیں منافق کہا گیا، یہ ان کے بارے ہے۔ مکہ مکرمہ میں تو نفاق کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا چونکہ مکہ مکرمہ میں تو اسلام کا دعویٰ سیدھا سیدھا اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر تھا، کوئی دنیوی نفع اس میں نہیں تھا۔ کلمہ پڑھنا یا اسلام کا دعویٰ کرنا جان کی بازی لگانا تھا لہٰذا مکہ مکرمہ میں تو نفاق کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا۔ مدینہ منورہ میں چونکہ ریاستِ اسلامی وجود

میں آ گئی اور مسلمانوں کو دنیوی فوائد بھی ملنے لگے۔ مسلمانوں کا، اسلام کا غلبہ ہونے لگا تو وہاں منافق بھی وجود میں آ گئے۔

آج ہم بھی دنیوی فائدے کے لئے تو مسلمان ہیں، دین پر عمل کرنے کے لیے ہمارے پاس فرصت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے، ہو نہیں سکتا، فرصت نہیں ملتی۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں! مدینہ منورہ میں جو منافق تھے وہ بھی ظاہراً اعمال مسلمانوں جیسے کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ بظاہر مسلمان نظر آتے تھے، باطن سے، خلوص سے نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے آج کل ہم ہیں کہ ہم تو سرے سے پڑھتے ہی نہیں۔ وہ منافق بھی ایسے نہیں تھے یعنی سرے سے ارکانِ دین پر عمل نہ کرتے پھر تو پکڑے جاتے۔ ہاں! الگ ہوتے، تنہائی میں ہوتے تو نہیں کرتے تھے لیکن لوگوں کے سامنے ہوتے تو دین پر عمل کرتے۔ چونکہ دل سے نہیں مانتے تھے اس لیے الگ ہوتے تو نہیں کرتے تھے۔

ہم یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں ہیں۔ نہیں بھئی! قرآن قیامت تک کے لیے ہے، ہر عہد کے لوگوں کو خطاب کرتا ہے اور ہر عہد کے لوگوں کو، جب تک معمورۂ عالم آباد ہے، خطاب کرتا رہے گا۔ اس میں عقائد اٹل ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور عقائد ہمیشہ سے اٹل رہے۔ آدمؑ سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک توحیدِ باری، آخرت، قیامت، ملائکہ، جنت، دوزخ، حساب کتاب یہ سارے عقائد بنیادی، ایک ہی رہے، ان میں تبدیلی نہ آئی، نہ ہو گی۔ دوسرا حصہ احکام کا ہے، احکام قوموں کی ہمت، قوت، استعداد و شعور کے مطابق بدلتے رہے۔ احکام وقت کے اعتبار سے ہوتے ہیں، تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن بعثتِ عالی کے بعد انسانیت اپنی بلوغت کو پہنچ گئی۔ اس مقام پر پہنچ گئی کہ اس کے احکام بھی مکمل کر دیئے گئے۔ اب حضور ﷺ کی بعثت کے بعد قرآنِ حکیم کے نزول کے بعد قیامت تک احکام بھی نہیں بدلے جائیں گے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۚ (المائدہ: 3)۔۔۔ تکمیلِ دین کی مہر لگا دی گئی۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی، اب احکام بھی قیامت تک کے لیے ہو گئے۔ قرآنِ کریم آج بھی ہمیں مخاطب فرماتا ہے کہ تم اسلام کا دعویٰ کرتے ہو، اپنا کردار دیکھو، واقعی مسلمان ہو؟ کہتے ہو اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔۔۔ ہم اللہ کی عظمت کے قائل ہیں، اس کی توحید کے قائل ہیں، اس کو حاکم الحاکمین مانتے ہیں، تو دیکھو کیا اس کا حکم بھی مانتے ہو؟ حکم دو طرح سے ہیں۔ احکامِ الٰہی دو طرح سے ہیں۔ تکوینی اور تشریعی۔ امورِ تکوینی وہ ہیں جس میں انسان کو اختیار نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، ہر ایک کو ماننا پڑتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے پیدا کرتا ہے یہ تکوینی امور میں سے ہے۔ وہ اپنی مرضی سے موت دے دیتا ہے، انسان کی شکل اپنی مرضی سے بناتا ہے، عقل اپنی مرضی سے بناتا ہے، وجود اپنی مرضی سے بناتا ہے، وقت اپنی مرضی سے مقرر کرتا ہے، یہ تکوینی امور ہیں۔ ان میں کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ کوئی چون و چرا نہیں کرتا۔ جن میں انسان کو حکم دے کر اختیار دیا گیا کہ تم مان بھی سکتے ہو، نہ ماننا چاہو تو نہ مانو، لیکن نہ ماننے کے عذاب بڑے ہیں، ماننے پر انعامات بڑے ہیں۔ انہیں تشریعی کہتے ہیں، وہ احکام تشریعی ہیں یعنی وہ شریعت کہلاتی ہے۔ قرآنِ کریم دعوتِ فکر دیتا ہے کہ جب کہتے ہو، ہم اللہ کو مانتے ہیں تو امورِ تشریعی میں بھی مانتے ہو؟ اللہ فرماتے ہیں کہ سچ کا ساتھ دو، جھوٹ سے بچو۔ کیا تمہاری زندگی سچ پر قائم ہے؟ وہ فرماتے ہیں، پورا تولو، لین دین میں دیانتداری رکھو۔ کیا مانتے ہو؟ وہ کہتے ہیں، بُروں کا ساتھ نہ دو۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ (المائدہ: 2) نیکی اور بھلائی میں تو تعاون کرو، برائی اور بغاوت میں تعاون نہ کرو۔ تم تو کسی بدکار کو ووٹ نہیں دیتے؟ اللہ کا حکم ہے، برائی میں تعاون نہ کرو، جو باغی ہو اس کے ساتھ تعاون نہ کرو، تم تو کسی بدکار کو ووٹ نہیں دیتے ہو؟ جب بات یہاں آتی ہے تو پتا چلتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں بھی کہ نہیں! آیت صرف اُسی زمانے کے لیے تو نہیں تھی یہ تو قیامت تک کے لیے ہے۔ کردار پہ جب بات آتی ہے تو فرمایا، یہ اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ جئیں گے اپنی مرضی سے اور اللہ کو کہتے رہیں گے کہ تجھے مانتے ہیں، آخرت کو بھی مانتے ہیں تو جنت بھی مل جائے گی۔ جنت کو یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال کی

جزا ہے، یہ غلط سمجھا جاتا ہے، جنت محض انعام ہے۔ ہمارے سجدوں کی، ہمارے اذکار کی، ہمارے نوافل کی، ہماری نیکیوں کی، ہمارے جہاد کی، ہماری قربانیوں کا اجر نہیں ہے، یہ محض انعام ہے۔ اُجرت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اجرت ہم پیشگی لے چکے۔ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٢﴾

(البقرہ:22-23)

پیدا ہونے سے پہلے تمہارے لیے کائنات سجادی۔ زمینیں بنائیں، آسمان بنائے، آسمانوں سے بارش برسائی، طرح طرح کے کھانے، میوے عطا کیے۔ ایک کائنات سجادی۔ تمہیں بنایا۔ تمہارے آباؤ اجداد بنائے، یہ ساری اجرت تم پیشگی لے چکے ہو۔ اب اگر تم ساری زندگی ایک پاؤں پہ کھڑے ہو کر اللہ اللہ کرتے گزار دو، تو جو لے چکے ہو اس کا معاوضہ ادا نہیں کر سکتے۔ ایک نگاہ، اس آنکھ کی نزاکت ولطافت، اس کی قیمت نہیں چکا سکتے۔ جو زبان کو گویائی دی گئی، اس کا شکر نہیں ادا کر سکتے۔ جو لذت خوراک میں رکھی گئی، کھانے پینے کا جو نظام عطا ہوا اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ والدین، اولادیں، بیویاں، بہنیں، مائیں جو رشتے، جو نعمتیں دی گئیں، یہ تم پیشگی لے چکے ہو۔ تمہیں اس کا شکر ادا کرنا ہے۔ آخرت انعام میں ملے گی۔ انعام نافرمانی پہ تو نہیں ملا کرتا۔ اب ہمارے ہاں ایک رواج ہو گیا ہے، ہم جمع تفریق کرتے رہتے ہیں، اتنی حوریں میری ہو گئیں۔ ارے بھئی! حوریں تیری نیکیوں پر نہیں ملتیں۔ تُو جتنی نیکیاں بھی کر لے ان کا اجر تُو پہلے لے چکا ہے۔ کتنی نیکیاں کرے گا! بنی اسرائیل کا ایک واقعہ ملتا ہے۔ ایک شخص تھا، وہ بالغ ہوا تو آبادی سے الگ ہو کر ایک سمندر میں ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا، ٹاپو کہتے ہیں، چھوٹی سی جگہ ہوتی ہے، پہاڑی کی چوٹی نکلی ہوئی تھی وہاں چلا گیا۔ اللہ کا ذکر کرتا تھا۔ مومن تھا، ایمان لایا تھا، اکیلے ہی اس نے عمر بسر کر دی۔ اس نے چار سو سال عمر پائی تھی، صاحب کرامت تھا۔ اللہ کریم نے اس کے لیے وہاں پھل اُگا دیئے اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ چار سو سال اس نے صرف ان پھلوں پر اس چشمے کے پانی پر گزارا دیئے اور رات دن صرف عبادت پر اس نے بسر کی۔ موت آئی تو ملک الموت نے پوچھا تمہارا وقت پورا ہو گیا ہے، تم کس حال میں مرنا چاہو گے؟ اس نے کہا مجھے نوافل ادا کرنے دو۔ آخری رکعت کے، آخری سجدے میں جاؤں تو تم روح قبض کر لینا۔ میدانِ حشر میں میں سجدے سے اٹھوں گا۔ اس کے بارے فرمایا گیا کہ میدانِ حشر میں اٹھے گا تو ارشاد ہوگا: ادخلوا عبدی الجنة برحمتی (مسند احمد بن حنبل، المستدرک علی الصحیحین للحاکم) میرے بندے کو میری رحمت سے میری جنت میں داخل کر دو، وہاں وہ عرض کرے گا کہ بارِ الٰہا! میری عرض بھی سنی جائے۔ اللہ، آپ نے مجھے چار سو سال زندگی دی، میں نے کسی سے بات تک نہ کی۔ نہ شادی کی، نہ اولاد، نہ گھر، نہ بار۔ چار سو سال تیری یاد میں بسر کر دی اور اب بھی ارشاد ہوتا ہے کہ مجھ سے رعایت ہو رہی ہے اور مجھے رحمت سے جنت میں داخل کیا جا رہا ہے۔ کچھ تو میری عبادت کا بھی اجر ہوگا؟ ارشاد ہوگا، بات تو ٹھیک ہے تُو نے بڑی محنت کی، تیری بڑی محنت ہے۔ اس کا موازنہ میری ان نعمتوں سے ہونا چاہئے جو میں نے تمہیں دیں۔ ارشاد ہوگا، بھئی! اس کی عبادت اور میری نعمتوں کا موازنہ کر لو، حساب کتاب ہو جائے، اچھی بات ہے۔ فرمایا، ایک نظر کی نعمت۔ چار سو سال اس نے آنکھ استعمال کی، ایک پلڑے میں وہ رکھی جائے گی دوسرے پلڑے میں چار سو سالہ عبادت۔ عبادت کم پڑ جائے گی، باقی نعمتیں تو باقی رہ گئیں۔ ارشاد ہوگا اب جتنا قرضہ باقی ہے اتنا عرصہ جہنم میں رہو۔ جب یہ پورا ہو گیا تو پھر دیکھیں گے۔ اس وقت عرض کرے گا کہ بارِ الٰہا! اگر چار سو سال میں کوئی بھول نہیں ہوئی اگر آج ہو گئی تو مجھے معاف کر دیں۔ پھر ارشاد ہوگا کہ معافی چاہتا ہے، رحمت چاہتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ حساب کتاب چاہتا ہے تو کر لیتے ہیں۔ اجرت تو ہم سب سے پہلے ہی لے چکے، پیشگی لے چکے۔ تو یہ وہم کہ اتنے قدم چلے اور اتنی حوریں مل گئیں۔ یہ قدموں پہ تو نہیں ملیں گی یہ نفلوں پہ تو نہیں ملیں گی اتنے روزے رکھے تو اتنی جنت واجب ہو گئی۔ یہ حساب

نہ کیا کرو، جو قرض ہم نے لیا ہوا ہے وہ ساری زندگی ہم چکا نہیں سکتے۔ دیکھو یہ کہ اطاعت کتنی کر رہا ہوں اور جو چھوٹ رہی ہے، وہ کتنی ہے؟ فکر اس کی کرو۔ جو ہم اطاعت کر رہے ہیں وہ ہم نے بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنی ہے، اس میں خلوص کتنا ہے، اس میں صداقت کتنی ہے، اس میں کھرا پن کتنا ہے؟ وہاں ٹوٹل تو نہیں دیکھا جائے گا۔ دنیا میں ہم کسی کی خدمت میں کچھ پیش کرتے ہیں، وہ ظاہری پالش، چمک دمک سے شاید خوش ہوجائے۔ وہاں ظاہر تو نہیں؟ وہاں حقیقت دیکھی جائے گی۔ تیرے سجدے کی حقیقت کیا ہے؟ جب تیرا سر سجدے میں تھا تو کہاں تھا؟ تُو بھی سجدے میں تھا یا تُو کہیں اور تھا؟ اور سر سجدے میں تھا تو جو تسبیحات کرتا رہا، میرے لیے کرتا رہا یا اپنی نیکی کا اشتہار بنا تا رہا؟ تُو جو یہ چلے کاٹتا رہا، میری رضا کے لیے یا جنوں کو مسخر کرنے کے لیے؟ یہ وظیفہ تُو دولت جمع کرنے کے لیے کرتا رہا، پتا تب چلے گا؟

میں حیران ہوتا ہوں، چھوڑو لوگوں کو چھوڑو، ہم جب بھی قرآن پڑھتے ہیں، دین کا کام دوسروں پہ لاگو کرتے ہیں۔ دوسروں کو چھوڑو، ہر ایک نے اپنا حساب دینا ہے۔ اپنے آپ پہ نافذ کرو، اپنے خود کو سامنے لاؤ، اس مثال سے سمجھو۔ رات خبروں میں بتایا گیا کہ اتنے ہزار لوگ مری پھنس گئے ہیں، برفباری میں۔ کمال ہے! سخت سردی پڑ رہی ہے، برف پڑ رہی ہے، لیکن لوگوں نے گاڑیاں لیں اور مری روانہ ہوگئے۔ وہاں گاڑیاں کھڑی کرنے کی جگہ ہے نہ چلانے کا راستہ ہے، شور مچا ہوا ہے۔ آدھی رات ہوگئی ہے لوگ پھنسے ہوئے ہیں اس میں صرف مرد نہیں ہیں خواتین بھی ہیں، نوجوان بچیاں ہیں، بچے ہیں، بزرگ ہیں، عمر رسیدہ بوڑھے بوڑھیاں، مرد و خواتین چل نہیں سکتے وہیل چیئر پر بٹھا کر برف میں لیے پھرتے ہیں۔ کیوں، کیا مصیبت ہے؟ سیر کرنی ہے جی! آپ کی حاضری تو آدھی ہوگئی۔ ہمارے یہاں کی حاضری تو آدھی ہوگئی۔ کیوں؟ بارش ہے، سردی ہے، جہاں سیر سپاٹا، دنیا کا حسن دیکھنا ہے وہاں تعداد چار پانچ گنا بڑھ گئی، چار ہزار گاڑیوں کی جگہ ہے چالیس ہزار گاڑیاں پہنچ گئیں۔ دس گنا بڑھ گئی۔ یہاں ساتھیوں سے صحن بھر جاتا تھا آج صرف ہال میں آئے ہیں۔ یہاں تعداد کم ہوگئی، ان کا دعویٰ ہے ہمیں بارگاہِ رسالت دیکھنی ہے۔ ہمیں حضور ﷺ کا دیدار کرنا ہے، ہمیں فنافی الرسول چاہئے، ہمیں اللہ کی رضا چاہئے اور ذرا بارش ہوئی اور نہ آئے۔ اُنہیں دنیا دیکھنی چاہئے، ہمیں اللہ کی رضا چاہیے۔ لڑکوں کو، لڑکیوں کو اپنے ہمجولی دیکھنے ہیں، عورتوں کو، مردوں کو تماشا دیکھنا ہے، پہاڑ دیکھنے ہیں، گرتی ہوئی برف دیکھنی ہے، درخت دیکھنے ہیں، سڑکیں دیکھنی ہیں تو برف گر رہی ہے، گاڑیاں پھسل رہی ہیں، زندگی خطرے میں ہے لیکن وہ پہنچے ہوئے ہیں۔ یہاں دعویٰ یہ ہے کہ ہمیں حضور ﷺ کی زیارت ہوجائے، ہمیں اللہ مل جائے، ہمارے دل روشن ہوجائیں، ہماری آخرت سنور جائے، دو بوندیں ٹپکی نہیں ہیں، حاضری آدھی ہوگئی ہے۔ قرآن کہتا ہے، دھوکا کرتے ہو۔ اپنے آپ سے دھوکا کر رہے ہونا! یہ ناں سوچنے کی بات! کہ دعویٰ کیا ہے کردار کیا ہے! باہر اتنی سردی تھی تو کیا زندگی کے باقی کاروبار رک گئے تھے؟ زیادہ حاضری ہوجانی چاہئے تھی۔ خیر اللہ کی مرضی! لیکن قرآنِ کریم کا ہاتھ انسانیت کی نبض پر ہے۔ بڑی بیماریاں بوجھتا بھی ہے، بتاتا بھی ہے۔ فرماتا ہے، دیکھو! دعویٰ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہے، آخرت کو مانتے ہیں، حالانکہ جانتے ہیں کہ ہم نہیں مان رہے۔ کام الٹے کرتے ہیں۔ اللہ کو مانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں، سود کھا رہے ہیں۔ اللہ کہتا ہے جو سود کھاتا ہے اس کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلانِ جنگ ہے۔

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ (البقرہ:279)۔۔۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ، لیکن کھائے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں! عجیب بات نہیں ہے کہ حکمران بھی کہتے ہیں، ہم مانتے ہیں لیکن نظام سودی رہے گا اور پھر دو تین نعت خوان قسم کے، مولوی نما لوگ ہمنوا بنا رکھے ہیں۔ مولوی ہمیشہ حق پر ہوتا ہے، مولوی کم ہیں، مولوی نما بہت سے ہیں۔ داڑھیاں رکھ کے بکنے والے۔ انہیں بلا کے، ختم وغیرہ پڑھا کے، دین کا خانہ پورا ہوگیا اور اس طرح کا بکاؤ مال ہر شعبے میں مل جاتا ہے۔ وہ صرف مولویوں میں تو نہیں، شاعروں، ادیبوں، صحافیوں ہر شعبے

میں بکا دَ مال ہوتا ہے۔ ہر جگہ، جہاں اصل ہے وہاں نقل بھی ہے اور جتنی قیمتی اصل ہوتی ہے اتنی نقل زیادہ ہوتی ہے۔ لوہا بھی نقلی ملتا ہے لیکن جتنی زیادہ نقل سونے کی بنتی ہے اتنی لوہے کی کوئی کیوں بنائے گا؟ سونے کی سونے کے بھاؤ بکتی ہے۔ آپ سونے کے کاریگروں سے پوچھیں تو کہتے ہیں اس میں ملاوٹ نہ کی جائے تو زیور بنتا ہی نہیں۔ چلو! بات ہی ختم ہوگئی۔ تھوڑی بہت ملاوٹ تو کرنی پڑتی ہے، نہیں تو زیور بنتا ہی نہیں۔ لوہا تو پھر خالص بھی مل سکتا ہے، خالص سونے سے بنا ہوا زیور ملتا ہی نہیں۔ جتنی اصل قیمتی ہوتی ہے اتنی نقل زیادہ ہوتی ہے۔ دینی شعبہ چونکہ سب سے زیادہ قیمتی ہے اس لیے مولوی نقلی زیادہ مل جاتے ہیں۔ پھر دین میں تصوف کا شعبہ جامع ہے علوم ظاہر و باطن کو۔ یہ اس سے زیادہ قیمتی ہے تو نقلی پیر سب سے زیادہ دنیا میں ملتے ہیں، یہ زیادہ قیمتی چیز ہے ناں! تو ان کی نقل سب سے زیادہ ملتی ہے اور ہر بدکار کے ساتھ یہ دعا گونتھی کئے ہوئے ہیں۔

یا اللہ! یہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ (البقرہ:10) ان کے قلوب (دلوں) میں بیماری ہے۔ قلب کہتے ہیں اس لطیفۂ ربانی کو جو اس دھڑکتی ہوئی مشین میں ہے، جسے دل کہتے ہیں۔ احادیث شریف میں، ارشادتِ رسول ﷺ میں ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ---اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست، سنور جاتا ہے۔ وَإِذَا فَسَدَتْ--- اس میں فساد آجائے فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ (البخاری و مسلم)--- پورا جسم برباد ہو جاتا ہے، فساد آجاتا ہے۔ ہاتھ برائی کرتے ہیں، دماغ برا سوچتا ہے، زبان برا بولتی ہے، آنکھ برا دیکھتی ہے۔ ہر چیز بگڑ جاتی ہے۔ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ، خوب اچھی طرح سن لو، یہ قلب ہے، اس لوتھڑے میں، اس پمپنگ مشین میں ایک لطیفۂ ربانی ہے جسے قلب کہتے ہیں۔ فرمایا، ان کے قلوب میں بیماری لگ گئی ہے۔ دوسری جگہ قرآن کہتا ہے۔ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم (المطففین:14)--- ان کے دل زنگ خوردہ ہو گئے ہیں۔ انہیں اللہ نے عالمِ امر کا ایک لطیفہ دیا تھا، اسے اس نے زنگ خوردہ کر دیا ہے۔ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ (المطففین:14)--- اس لطیفۂ ربانی کو کیسے زنگ لگ گیا؟ فرمایا، ان کے کرتوتوں کا میل جم گیا، ان کے کردار کا میل اس پہ جم گیا۔ پھر اس کی سزا یہ ہے کہ جب کوئی اس پر میل جمع کرتا ہے تو سزا من جانب اللہ یہ ہے۔ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۖ (البقرہ:10)--- اللہ اس مرض کو بڑھا دیتے ہیں۔ یہ ایسا عجیب مرض ہے کہ آدمی اختیار تو مرضی سے کرتا ہے، جب اختیار کرتا ہے، خریدتا ہے، تو اللہ اسے اور بڑھا دیتا ہے کہ چل تجھے اس کا شوق ہے، تُو اور لے لے، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۢ (البقرہ:10)--- بہت دردناک عذاب اس کا انجام ہوتا ہے۔ صرف عذاب نہیں، عذاب کے ساتھ أَلِيمٌ--- کا اضافہ ہے۔ عذاب تو ویسے عذاب ہے، اب جسے رب العالمین دردناک کہہ رہے ہیں وہ کتنا خوفناک ہوگا۔ رب العالمین کہہ رہے ہیں کہ دردناک بھی ہوگا أَلِيمٌ ۢ۔ تو ہونا بھی چاہیے اللہ کا انصاف ہے۔ اتنی قیمتی چیز کسی کو دو اور وہ اسے جتنا بگاڑ کے لائے اتنی سزا ہونی چاہیے۔ آپ کسی کو ایک گلاس دیتے ہیں، وہ توڑ لاتا ہے تو شاید جھڑک کر چھوڑ دیں گے۔ گلاس تھا، توڑ دیا، لیکن آپ کسی کو ہیرے کا ٹکڑا دیتے ہیں اور وہ کہیں پھینک کے آجاتا ہے تو صرف جھڑک پر تو بات نہیں بنے گی، بات تو دور تک جائے گی۔ آپ کہیں گے، تمہارا کوئی گھر، مکان ہے، بیچ کر پورا کرو۔ اللہ کریم نے لطیفۂ ربانی دیا تھا۔ اس نے دل دیا تھا، تُو نے تباہ کر دیا تو پھر صرف عذاب نہیں، دردناک عذاب، کہ عذاب والے بھی تجھے دیکھ کے دہل جائیں گے یعنی جو لوگ جہنم میں عذاب میں ہوں گے۔ دردناک عذاب سے مراد یہ ہے کہ اس کو عذاب ہو رہا ہے، اس کو دیکھ کر وہ بھی دہل جائیں گے کہ یہ کتنا دردناک عذاب ہے۔ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ (البقرہ:10) اس لیے کہ یہ اللہ کے بندوں سے، اللہ کے نبی علیہ السلام سے، خود اللہ سے جھوٹ بولتے رہے۔ اتنی جرأت! انہیں کہا جاتا تھا کہ یہ تمہاری دانشمندیاں اور یہ تمہاری چالاکیاں یہ روئے زمین پر فساد کا سبب بن رہی ہیں، لوگوں کی تباہی کا سبب بن رہی ہیں۔ یہ تمہارا نظامِ سیاست، یہ تمہارا نظامِ عدل، یہ تمہارے نظام ہائے

حکمرانی، یہ لوگوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اسے عدل کے مطابق لاؤ، اسے اللہ کے قوانین کے مطابق کرو، اسے انصاف کے مطابق کرو۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرو۔ اور وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ۙ (البقرہ:11) زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں قَالُوٓا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿۱۱﴾ (البقرہ:11) ارے بیوقوفو! ہم تو اصلاح کی کوشش کر رہے ہیں، ہم تو سارے قانون اصلاح کے لیے بنا رہے ہیں۔ تماشا یہ دیکھو کہ جو قوانین، جو ضابطے، جو اصول اللہ نے بتائے ہیں انہیں ایک طرف رکھ دیا۔ خود اپنی طرف سے بنا کے کہتے ہیں، یہ اصلاح ہے۔ اس کا نتیجہ فساد ہے۔ کروڑوں انسانوں کو لقمۂ اجل بنا دیا اور شہروں کے شہر ویران کر دیئے، ملکوں کے ملک اجاڑ دیئے، کیوں؟ قیامِ امن کے لیے، کتنا خوبصورت نام ہے۔ شام پہ حملہ کر دو، اجاڑ دو۔ کیوں؟ قیامِ امن کے لیے۔ عراق کو اجاڑ دو، اینٹ سے اینٹ بجا دو، قیامِ امن کے لیے۔ فلسطینیوں کو تباہ و برباد کر دو، کیوں؟ قیامِ امن کے لیے۔ کابل کو، افغانستان کو تباہ و برباد کر دو۔ کیوں؟ قیامِ امن کے لیے۔ واہ جی واہ! یعنی انسانی مزاج دیکھو! اللہ سے جب بغاوت کرتا ہے تو تباہیاں پھیلاتا ہے اور کہتا ہے، میں امن قائم کر رہا ہوں۔

ملکی سیاست کو دیکھ لیں، پون صدی گزر گئی، نظامِ تعلیم وہی ہے جو انگریز نے غلاموں کو منشی بنانے کے لیے، دفتری کارندے بنانے کے لیے بنایا تھا۔ اس میں کچھ کچھ مذہبی تحریکوں اور علماء کے دباؤ سے ڈر کر، کچھ نہ کچھ اس نے اسلام بھی رکھا تھا۔ مسلمانوں نے وہ بھی نکال دیا۔ نظامِ عدل وہی ہے، میں نے عام ججوں سے لے کر سیشن جج، ہائی کورٹ کے جج، سپریم کورٹ کے جج سے بھی سوال کیا جو میرے پاس تشریف لاتے رہتے ہیں، کہ آپ ایک بندے کو جھوٹ بول کر پھانسی چڑھاتے ہیں۔ کہنے لگے "وہ کیسے؟" میں نے کہا، آپ کہتے ہیں کہ زیرِ دفعہ 302 تعزیراتِ پاکستان مجریہ 1836 تمہیں موت کی سزا دیتے ہیں۔ پاکستان بنا 1947 میں، قانون ہے 1836 کا۔ آپ کہتے ہیں تعزیراتِ پاکستان، اس کے تحت تو جھوٹ بول کر سزا دیتے ہیں، پھر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ قانون تو وہی ہے وہ جو تعزیراتِ ہند، انگریز نے بنایا تھا، اس کے ساتھ تعزیراتِ پاکستان لگا دیا۔ پاکستان بنا 1947 میں اور قوانین اٹھارہویں صدی کے بنے ہوئے ہیں۔ نظامِ سیاست وہی ہے، نظامِ عدالت وہی ہے، نظامِ معیشت وہی، سود پہ استوار ہے۔ تعلیم غیر اسلامی۔ تم کون ہو؟ ہم مسلمان ہیں۔ یار کمال ہے! کس قسم کے مسلمان ہیں ہم؟ یہ اسلام کی کون سی قسم ہے؟ اللہ فرماتا ہے: يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ (البقرہ:9) اللہ کے نیک بندوں کو اور خود اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ (البقرہ:9) وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، اللہ کو نہیں دے رہے۔ انجام کار وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ (البقرہ:10)۔۔۔ یہ کہ دنیا میں بھی عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ بھگتیں گے اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ دردناک سے مراد یہ ہے کہ انہیں دیکھ کر دوزخی بھی لرزیں گے کہ یا اللہ! یہ بھی عذاب ہے۔ جو خود جہنم میں جل رہے ہوں گے ان کا حشر دیکھ کر وہ بھی کانپ اٹھیں گے۔ اس لیے کہ جب انہیں کہا جاتا تھا، اللہ کی کائنات میں فساد نہ کرو، کہ جس نے کائنات بنائی ہے اس نے اس کے استعمال کے طریقے، سلیقے، اصول بنائے ہیں۔ جب ان اصولوں سے ہٹو گے تو چیزیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی اور فساد پیدا ہوگا۔ تم نے اللہ کا قانون چھوڑ دیا، اپنے قوانین بنائے، تو فساد تو ہوگا! سوائے اسلامی ریاست، اسلامی قوانین کے، کہیں تاریخ میں عدل، کہیں انصاف، کہیں امن نظر آتا ہے؟ پوری انسانی تاریخ میں جن قوموں کو آپ مہذب کہتے ہیں، ذرا ان کے اندر کے حالات دیکھو! کون سی تہذیب ہے وہاں؟ جانوروں سے بدتر زندگی ہے۔ کوئی زندگی کا اصول ہے نہ راحت ہے۔ ذرا پچاس سال، ساٹھ سال، سو سال پیچھے چلے جائیں، حیرت ہوتی ہے۔ میں ان کی پرانی فلمیں نکال کر دیکھتا رہتا ہوں، ان کی تاریخ کیا تھی؟ اگلے دن میں دیکھ رہا تھا، دو لوگوں نے ایک بندے کو قتل کر دیا، وہ چلے گئے۔ بعد میں دو اور آئے، گھوڑوں پر سفر کرتے تھے، گھوڑے سے اترے۔ میں نے کہا، انہیں شاید اس مرنے والے سے ہمدردی ہوگئی ہے کہ راستے میں مرا پڑا ہے۔ اتر کر گئے، دیکھا بھالا۔ اس کی کمر کے ساتھ پستول بندھا تھا۔ ایک نے وہ پستول اتار لیا اور چلتا بنا۔ دوسرے نے دیکھا، اور کچھ نہیں، تو وہ اس کے بوٹ اتار رہا تھا کہ یہ مجھے پورے آجائیں۔ میں نے کہا، بھائی! ہمدردی کی

توحد ہوگئی۔ یہ ان کا ماضی ہے یعنی کسی نے اس کی لاش پر مٹی نہیں ڈالی۔ جو چیز نظر آئی وہ چھین کر چلے گئے کہ یہ تو مرا پڑا ہے، اس نے کیا کرنی ہے۔ یہ آج دنیا کو تہذیب کا سبق دے رہے ہیں۔ آج بھی ان کا یہی حال ہے۔ ان سے جب کہا جائے کہ یہ تمہارے خود ساختہ قوانین، یہ تمہاری نام کی اسمبلیاں اور تمہاری یہ مقدس اسمبلیاں اور مقدس دستور، کمال ہے! اللہ کے قانون کے مقابلے میں انہوں نے مقدس بنائے ہوئے ہیں اور دعوائے اسلام بھی ہے تو یہ فساد ہے۔ کہتے ہو دہشتگردی ختم کر کے دم لیں گے، دہشت گردی کی بنیاد تو آپ نے رکھی ہوئی ہے۔ لاؤ خالقِ کائنات کا نظام، تو دیکھو کیسے دہشت گردی ختم ہوتی ہے۔ ہر ایک کو اس کا حق ملے تو کوئی کیوں دہشت گردی کرے گا؟ پھر جب کہا جائے کہ اللہ کی زمین پر فساد پیدا نہ کرو تو کہتے ہیں۔ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ﴿۱۱﴾ (البقرہ:11) ہم تو اصلاح کر رہے ہیں۔ فرمایا: اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (البقرہ:12) خوب جان لو! فساد یہی پیدا کرتے ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴿۱۲﴾ (البقرہ:12) ان میں شعور ہی نہیں ہے، یہ سمجھتے ہی نہیں کہ فساد پیدا کر رہے ہیں۔ فساد وہ لوگ پیدا کرتے ہیں جو اللہ کے قانون کو چھوڑ کے، اپنی رائے نافذ کرتے ہیں۔

یہ حکمرانوں ہی کے لیے نہیں میرے لیے بھی ہے، آپ کے لیے بھی ہے۔ کیا ہم اپنی ذاتی زندگی میں اپنی رائے پہ عمل کرتے ہیں یا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قانون کا پاس کرتے ہیں؟ ہر کوئی اپنے اپنے دائرہ اختیار میں دیکھے۔ حکمرانوں سے ان کا اپنا پوچھا جائے گا، ہمارا ہم سے پوچھا جائے گا۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ (البقرہ:13) ان سے کہا جائے کہ جیسے ان درویشوں نے مانا، اللہ کے ان بندوں نے مانا، ویسا مانو۔ وہ صحابہؓ کا دور تھا تو منافق کہتے، یہ تو بیوقوف ہیں۔ ان کے حلیئے دیکھو، ذرا ان کے کام دیکھو، یہ تو بیوقوف ہیں۔ یہ شکل سے بیوقوف لگتے ہیں۔ آج تم بھی اس طرح کہتے ہو جیسے ان بیوقوفوں نے مانا ہے، ویسے مانیں؟ آج بھی کہا جائے، بھئی! علمائے حق کی بات سنو، تو کہتے ہیں ان بیوقوفوں جیسے ہم بھی ہو جائیں۔ ہم تو بھئی! مہذب لوگوں کی طرح رہیں گے۔ ان جیسا لباس، ان جیسا حلیہ، ان جیسی شکلیں بنائیں گے۔ ان جیسے بوٹ، ان جیسا سارا کچھ، تسمے بھی ان کی طرح باندھیں گے۔ انہیں کہا جائے کہ جن لوگوں نے مانا ہے، ان کی طرح مانو۔ کہتے ہیں، بیوقوفوں کی طرح ہم بھی ہو جائیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں، اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ (البقرہ:13) بیوقوف تو یہ لوگ خود ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ﴿۱۳﴾ (البقرہ:13) لیکن انہیں سمجھ نہیں آ رہی۔ موت آئے گی، آنکھ بند ہوگی تو آنکھ کھلے گی۔ پھر انہیں پتا چلے گا کہ بیوقوف کون ہے؟ درحقیقت، بیوقوف تو یہ لوگ خود ہیں۔ سمجھ نہیں پا رہے۔

غرض کہاں تک چلیں، میں تو سادہ سادہ ترجمہ کر رہا ہوں اور جتنی دفعہ ہم پڑھیں گے، جتنی دفعہ ترجمہ کریں گے، نئی حقیقتیں کھلیں گی، نئی دعوتِ نظارہ ہوگی۔ قرآنِ کریم آئینہ ہے، ہمیں اپنی اپنی شکل اس میں نظر آتی ہے۔ ہم دوسروں کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔ میرے بھائی! مخلوق کو اس کے حوالے کر دو جس کی مخلوق ہے۔ اپنا جائزہ لو۔ کسی نے ایک بزرگ سے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے نصیحت کر دیجئے تو انہوں نے فرمایا، دو باتوں کا خیال رکھنا۔ خدا بننے کی کوشش نہ کرنا، رسول نہ بننا تو باقی کام ٹھیک رہے گا۔ اس نے کہا، معاذ اللہ! حضرت، کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں یا میں رسول ہوں۔ فرمایا نہیں، جو بندہ یہ چاہتا ہے کہ جو میں چاہوں وہی ہو جائے تو وہ چاہتا ہے کہ میں خدا بن جاؤں۔ یہ تو اللہ کا منصب ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ بندہ خواہش کرے تو دوسرے کی بھی سنے۔ ممکن ہے اس کی بات صحیح ہو۔ آرزو کرے تو اللہ سے مانگے، اسے منظور ہوگا تو ہو جائے گا، نہیں ہوگا تو نہیں ہوگا۔ خود خدا بننے کی کوشش نہ کرے۔ جو چاہے کہ سارے میرے گئے گوڈے چومتے رہیں اور میرے سامنے کوئی سر نہ اٹھائے اور میری بات کوئی رد نہ کرے تو وہ رسول بننا چاہتا ہے۔ یہ منصب تو رسول ﷺ کا ہے کہ کوئی سامنے سر نہ اٹھائے، جو کہہ دیں، من و عن مانا جائے۔ لہٰذا دوسروں کو بھی سن لیا کریں۔ ان دو منازل سے نیچے رہنا، تو پھر خیر ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ہمارے گھر گھر جو جھگڑا ہے وہ ہے ہی خدا بننے کا، ہر کوئی کہتا ہے جو میں کہتا ہوں ایسا ہی ہوگا، میری ہی مانی جائے۔ گھروں میں، محلوں میں، قوموں میں، شہروں میں، ملکوں میں، سیاست میں، حکومت میں ہر جگہ یہی جھگڑا ہے، میری مانی جائے، میری مانی جائے۔ میرے بھائی، اپنے اپنے

حالات پہ غور کرو۔ اپنے کردار کو صاف کیجئے، اپنے اعمال کا اندازہ کیجئے۔ اللہ کریم ہماری بیشمار خطاؤں کو معاف فرمائے، ہم جو جانتے ہیں وہ بھی گنی نہیں جاسکتیں، لیکن بیشمار ایسی ہیں جنہیں ہم جانتے ہی نہیں۔ نیکی کے نام پہ جو کرتے رہتے ہیں، ان میں کتنی گستاخیاں کر جاتے ہیں۔ اللہ قبول کرلے، بات قبولیت سے بن جاتی ہے۔ یہاں تو اب رواج یہ ہوگیا ہے۔ یہ جو ہیں نقلی مولوی اور یہ جو بھانڈ قسم کے لوگ ہیں، جو نعت کے نام پہ پتا نہیں کیا کیا شور کرتے رہتے ہیں تو انہوں نے یہ بنا دیا ہے کہ اس کا بلاوا آیا ہے۔ اسے نبی کریم ﷺ نے بلایا ہے، اسے اللہ نے بیت اللہ میں بلایا ہے یعنی اللہ کا بھی کوئی کام رکا ہوا تھا اس کے بغیر نہیں ہوسکتا تھا، اسے بلایا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محفل میں بھی بہت کمی تھی، اس جیسا کوئی پھول وہاں نہیں تھا تو اسے بلاوا آیا ہے۔ ایسا کہتے شرم نہیں آتی۔ شکر نہیں کرتے کہ کسی کو اجازت ملی، سعادت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں، بلاوا آیا ہے۔ مطلب یہ زیادہ اہم ہے۔ بلاتا تو ضرورتمند ہے۔ خدا کا خوف کرو، اللہ سے کوئی حیا کرو، کوئی اپنی حیثیت پہچانو۔ یہ تو کہو کہ ہمیں وہاں حاضری کی اجازت دی گئی ہے تو پھر تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہاں سے بلاوا آیا ہے، یہ نہ کہو۔ یہ ہمارے نقلی پیر اور یہ بھانڈ جو ہیں، میں انہیں بھانڈ کہتا ہوں، جنہیں تم نعت خواں کہتے ہو، یہ نعت نہیں پڑھتے۔ نعت تو ہوتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کی تعریف کی گئی ہو۔ یہ کون سی نعت ہے کہ میری جھولی بھر دو، مجھے یہ دے دو، مجھے وہ دے دو۔ اس میں حضور ﷺ کی تعریف کہاں ہے؟ یہ تو بھانڈوں والی بات ہے۔ بھانڈ مانگتے ہیں گا گا کر، مجھے یہ بھی چاہئے، مجھے یہ بھی چاہئے۔ یہ تو لکھنے والوں کو بھی ہوش کرنا چاہئے۔ نام رکھنے میں بھی ہوش کرنا چاہئے۔ نعت تو ملتی نہیں ہے، بہت کم ہیں۔ متقدمین کی نعتیں ملتی ہیں، عموماً فارسی شعراء کی، اولیاء اللہ کے ارشادات میں نعتیں ملتی ہیں۔ موجودہ دور میں تو کافروں کے گانوں کی طرز پر اپنی خواہشات لکھتے رہتے ہیں اور اسے نعت کا نام دے دیتے ہیں۔ گانے والے، بھانڈ اسے سازوں کے ساتھ گاتے ہیں۔ ان سازوں کو حضور ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ یہ وہ ساز بجا بجا کر نعت پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کس دنیا کے لوگ ہیں؟ اور کون سا ان کا ایمان ہے؟ اور کہاں رہتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں!

میرے بھائی طفل تسلیوں سے کام نہیں ہوگا۔ آخرت کے فیصلے حق پر ہوں گے۔ حق پر پورا اترنا آسان کام نہیں۔ ہم بڑی کوشش کریں، بڑے کامیاب ہوں، تو ہم نیکوں کی نقل کر سکتے ہیں، تو کم از کم نقل تو قائم رکھیں، ان جیسا بننے کی کوشش تو کریں۔ صاحب مرقاۃ میں، مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے۔ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ، ایک بھانڈ ہوا کرتا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن لیتا اور ایک لاٹھی ہاتھ میں لے لیتا۔ ان جیسی داڑھی اس نے بنالی تھی اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں تھوڑی سی لکنت تھی تو وہ اس طرح رک رک کے باتیں کرتا، آپؑ کی نقل کر کے فرعون اور اہلِ دربار کو ہنسایا کرتا تھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تو وہ بھی ساتھ تھا۔ فرعون بھی اور سارا لشکر بھی غرق ہوگیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ بھانڈ کنارے پر کھڑا تھا۔ انہوں نے کہا، بارِ الٰہا! یہ تو زیادہ میری دل آزاری کرتا تھا، اسے آپ نے بچا دیا۔ تو ارشاد ہوا، تیری نقل تو تھا، میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ تیری نقلی شکل، حلیہ میں جو ہو، اسے بھی فرعون کے ساتھ غرق کروں۔ اسے الگ سے سزا مل جائے گی لیکن نام کا سہی، نقلی سہی، بنا ہوا تو موسیٰؑ ہے۔ اسے فرعون کے ساتھ نہیں ڈبویا۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی نقل تو کر سکتے ہیں۔ کچھ حلیے میں، عقائد میں، کردار میں پھر بچ جانے کی اُمید ہے۔ کردار عقائد کی بنیاد ہے ورنہ عقائد جھوٹ ہیں۔ عقائد کا یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے، کہتے ہیں مانتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے، جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ عمل ویسا نہیں ہے۔ عقائد کی بنیاد کردار و اعمال پر ہے۔ ہم کردار میں حضور اکرم ﷺ کی نقل تو بنالیں پھر اللہ توفیق دے، اللہ قبول فرمائے۔ اللہ کریم ہماری خطائیں معاف فرمائے۔ یہ دنیا کی گرمی سردی، یہ دنیا کے موسم طلبِ حق کی راہ میں آڑے نہیں آنے چاہئیں۔ دنیا کے طالب جھیل جاتے ہیں سختیاں بھی اور دین کے طالب رہ جاتے ہیں! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ زیادہ مخلص کون ہے۔

سورۃ الشعراء

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر
الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

کافر کا سا کام کرنے والے کو کافر کہہ دینا:

قولہ تعالیٰ: وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ

(سورۃ الشعراء:129)

ترجمہ: اور بڑے بڑے محل بناتے ہوئے جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

"باوجودیکہ ان کو خلود کی امید نہ تھی مگر چونکہ ان کا عمل اس شخص کے عمل کے مشابہ تھا جو خلود کی امید رکھتا ہے اس لئے ان کے لئے مطمع خلود ثابت فرمائی اسی بناء پر جو شخص کافروں کا کام کرے اس کو صوفیاء کے کلام میں کافر کہہ دیا جاتا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت موجود ہے۔"

فرمایا، اس آیت میں ہے کہ تم بڑے بڑے محل بناتے ہو کروڑوں روپے خرچ کر کے، ایسے جیسے تمہیں یہ امید ہو کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے حالانکہ تمہیں تو کل مر جانا ہے۔ تو فرماتے ہیں ان کو بھی پتہ تھا کہ ہم نے مر جانا ہے لیکن کام ایسا کرتے تھے جس سے پتہ چلتا تھا کہ شاید انہیں موت کا خوف نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شاید یہ ہمیشہ یہیں رہیں گے۔ تو فرماتے ہیں جو شخص کافروں جیسا کام کرے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر تو اس کا سادہ ترجمہ عام زبان میں تو یہ کیا گیا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا، لیکن علماء فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترجمہ صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جیسے فرمایا کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کافروں جیسا کام کیا یعنی یہ کافر کی خصوصیت ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتا تو اس نے کافروں جیسا کام کیا۔ فرمایا اسی طرح جو شخص اپنی زندگی میں کافروں جیسے کام کرتا ہے تو بعض صوفیاء تنبیہ کی شدت میں اسے کافر کہہ دیتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد كفر او كما قال رسول اللہ ﷺ کہ حدیث شریف میں بھی اس کی سند ملتی ہے اور ایسا کہہ دینا ان کے درد دل کی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اس کو کافر نہیں دیکھنا چاہتے، اس لئے اس کو متنبہ کرتے ہیں کہ اس کام سے باز آجاؤ۔

اصلاح کے لئے تشدد منافی طریق نہیں:

قولہ تعالیٰ: وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ

(سورۃ الشعراء:130)

ترجمہ: اور جب کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر بن کر دارو گیر کرتے ہو۔

"روح میں ہے یعنی جس میں نہ رحم ہو نہ تادیب کا قصد ہو، نہ انجام پر نظر ہو، اس سے معلوم ہوا کہ جس بطش میں یہ امور ہوں وہ اصلاح ہے اور منافی طریق نہیں۔"

فرمایا، کسی پر ایسی گرفت کرنا جس میں رحم کا جذبہ بھی نہ ہو اور اس کی اصلاح بھی مقصود نہ ہو اور نتیجہ بھی نہ دیکھا جائے کہ اس کا کتنا نقصان ہو جائے گا بس اپنے غضب میں اگلے کو مروڑ دینا۔ یہ درست نہیں۔ ہاں کسی کو جھڑکنا، تنبیہ کرنا اور سزا دینا جس سے مقصد اس کی اصلاح ہو اور جس کا

نتیجہ امید ہو، بہتر ہوگا، اس کی اصلاح ہو جائے گی، وہ درست ہے۔

توبہ میں ندامت عقلیہ کی ضرورت:

قولہ تعالیٰ: فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (سورۃ الشعراء: 157)

ترجمہ: پھر پشیمان ہوئے پھر عذاب نے ان کو آلیا۔

''اس ندامت کے نافع نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے فعل کی تلافی ایمان سے نہیں کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ میں ندامت طبعیہ کافی نہیں، ندامت عقلیہ چاہیے۔''

یعنی وہ نادم تو ہوئے لیکن عذاب نے ان کو آلیا۔ جب وہ پشیمان ہو گئے تھے، تائب ہو گئے تھے تو پھر ان کو عذاب نے کیوں آلیا؟ فرماتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پشیمان تو ہوئے لیکن ایسے جیسے انسان فطری طور پر گھبرا جاتا ہے کہ مجھ سے یہ غلطی ہو گئی۔ توبہ کے لئے عقلی طور پر سوچ سمجھ کر پشیمان ہونا مطلوب ہے جو دل سے، ارادے سے، دماغ سے بات کو سمجھ کر، کام کو سمجھ کر اپنا قصور اور غلطی تسلیم کرے۔ ایک تو فطری طور پر ہوتا ہے کہ آدمی سے غلطی ہو گئی تو اسے پشیمانی ہوئی ہے، وہ توبہ نہیں ہے۔ بلکہ توبہ کے لئے ندامت عقلیہ چاہیے یعنی سوچ سمجھ کر اپنے اختیار سے نادم ہو اور یہ توبہ ہے، اس سے عذاب ٹل سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، الندم التوبۃ توبہ وہی ہے جو ندامت لائے۔ ندامت ہی اصلاح احوال کا سبب ہے۔

لوازم بشریہ پر تحقیر اولیاء کی مذمت:

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (سورۃ الشعراء: 186)

ترجمہ: اور تم تو محض ہماری طرح ایک آدمی ہو۔

''اسی طرح بعض جہلاء منکرین اولیاء اللہ کو ان کے لوازم بشریہ طبعیہ کی بناء پر حقیر سمجھتے ہیں۔''

فرمایا، جس طرح کافر انبیاء کو کہتے تھے تم بھی تو ہماری طرح ایک آدمی ہو، کھاتے پیتے ہو، چلتے پھرتے ہو، لباس پہنتے ہو، بیوی بچے ہیں، تم میں کیا خصوصیت ہے کہ تم نبی ہو؟ فرمایا اسی طرح جہلاء اہل اللہ کی برکات سے محروم رہتے ہیں اور انہیں اپنے جیسا ہی ایک آدمی سمجھتے ہیں۔ ان کے کمال کی تحقیق نہیں کرتے کہ ان کے پاس کیا کمال ہے اور کیا نعمتیں ہیں جو حاصل کی جا سکتی ہیں۔

کسی بزرگ کے انکار کے بعد وبال نہ آنا اس انکار کے قبیح ہونے کی دلیل نہیں:

قولہ تعالیٰ: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا (سورۃ الشعراء: 187)

ترجمہ: ''پس ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔''

''اسی طرح بعض جہلاء کسی بزرگ کے انکار کے بعد وبال نازل نہ ہونے سے اپنے انکار کے قبیح نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔''

اور جس طرح کافر کہتے تھے کہ نبی ہیں ہم نہیں مانتے تو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دو تو آج تک آسمان تو ٹوٹ کر گرا نہیں۔ اسی طرح بعض جاہل اہل اللہ کی مخالفت کرتے ہیں اور ان پر کچھ عرصہ کوئی مصیبت نہیں آتی تو اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ اگر کوئی واقعی ولی اللہ ہوتا تو ہم پر کوئی مصیبت آتی، فرمایا یہ جہالت ہے۔

---

(۱) ظاہری سمع و بصر کبھی ناطق سمع و بصر کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں (۲) قلب میں بھی سمع و بصر ہیں (۳) وارد قلبی میں کبھی الفاظ بھی ہوتے ہیں:

قولہ تعالیٰ: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝

(سورۃ الشعراء: 193 تا 195)

ترجمہ: اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تاکہ آپ منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں۔

"بِلِسَانٍ متعلق ہے نَزَلَ کے، جو مقید تھا عَلٰی قَلْبِكَ کے ساتھ۔ اس سے ثابت ہوا کہ وارِدِ قلبی کبھی الفاظ سے بھی مقرون ہوتا ہے اور عَلٰی قَلْبِكَ کی تخصیص کی وجہ روح میں یہ بیان کی ہے کہ آپ کے قلب کو ایک سامعہ مخصوصہ دیا گیا تھا جس طرح آپ کے قلب کو ایک باصرہ دیا گیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ (النجم:11) تو اس تقریر کی بناء پر یہ بھی ثابت ہوا کہ قلب میں بھی سمع وبصر ہیں جیسے ظاہر میں ہیں اور اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کبھی سمع و بصر باطنی، سمع و بصر ظاہر کے ساتھ مجتمع ہو جاتے ہیں اور اسی حالت میں ادراک کو کبھی مدرک ظاہری کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کبھی مدرک باطنی کی طرف، اور صوفیاء ان تینوں مسائل کے قائل ہیں اور اس کی پوری تحقیق اصل عربی میں ہے۔"

فرماتے ہیں کہ جبرئیل امین کا وحی لانا اور اس کا قلب اطہر پر نزول ہونا، تو اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں کہ قلب اطہر میں سننے سمجھنے کی صلاحیت بھی تھی اور دوسری آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ دیکھنے کی صلاحیت بھی تھی، جس میں فرمایا گیا مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ملاحظہ فرمایا آپؐ کے قلب نے دیکھا اس کا انکار نہیں کیا۔ یہ شب معراج کا واقعہ ہے۔ تو فرمایا قلب اطہر کو سننے کی قوت بھی تھی، دیکھنے کی قوت بھی تھی۔ سو اس تقریر کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قلب میں بھی سمع وبصر ہیں یعنی اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کے قلب میں بھی دیکھنے کی قوت بھی ہے، سننے کی قوت بھی ہے اور یہ سمع و بصر باطنی اور یہ سمع و بصر ظاہری پر مجتمع ہو جاتے ہیں۔ اسی حالت میں ادراک کو کبھی مدرک ظاہری کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کبھی مدرک باطنی کی طرف۔ صوفیاء تینوں مسائل کے قائل ہیں اور اس کی پوری تحقیق اصل عربی میں ہے۔

فرمایا، اس سے ثابت ہو گیا کہ انسان کے قلب میں دیکھنے اور سننے کی قوت سمع و بصر موجود ہے۔ حقائق روحانی جو ہیں وہ ظاہری سمع و بصر سے سمجھ نہیں آتے ظاہر آنکھ اور ظاہری کان مادی اسباب ہیں جو مادی وجود کے استعمال کے لئے دیئے گئے ہیں اور روح کی تربیت کے لئے اس کی غذا اس کی دوا اس کی زندگی تلاش کرنے کیلئے قلبی سمع و بصر چاہیے۔ تو اگر کسی کے قلبی سمع و بصارت میں نقص آجائے تو وہ بے دین ہو جاتا ہے۔ کفر کی طرف چلا جاتا ہے، جانوروں جیسا ہو جاتا ہے۔ ظاہری سمع و بصر تو جانوروں کے پاس بھی ہیں، نگاہ بھی ہے، کان بھی ہیں، بے دین شخص بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے تو فرمایا اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صوفیاء کبھی باطنی چیزوں کو ظاہری سمع و بصارت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں چونکہ دونوں ایک سی چیزیں ہیں، ایک وجود میں ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ظاہری دیکھنے اور سننے کی قوت وجودِ ظاہری کے تحفظ اور اس کی تربیت کے لئے ہے اور روح کی تربیت حیات، صحت و ترقی کے لئے دل میں سننے سمجھنے اور دیکھنے کی قوت چاہیے۔ اس سے کمالاتِ باطنی کا ادراک ہوتا ہے۔ اور فرمایا اس کی اصل تفصیل عربی کتابوں میں ہے اور اس طرح یہ بہت لمبی بات کی گئی ہے۔

ولایت کا کوئی ایسا درجہ نہیں جس میں تکلیف شرعیہ ساقط ہو جاوے:

قولہ تعالیٰ: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ (سورۃ الشعرا:213)

ترجمہ: سو تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے۔

"اس میں تصریح ہے کہ ولی کبھی ایسے درجے پر نہیں پہنچتا جس میں اس سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاویں کیونکہ ولی کا درجہ نبیؐ پر فائق نہیں ہوتا۔ پھر جب نبیؐ کے لئے یہ جائز نہیں تو ولی کے لئے کیسے جائز ہوگا۔"

فرمایا، یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں حضرت کو اب نماز روزے کی ضرورت نہیں، ان کے لئے اب حرام حلال کی کوئی قید نہیں، وہ اس مرتبے پر پہنچ گئے ہیں، یہ غلط ہے۔ میرے ایک جاننے والے ہیں، وہ بھی اپنی ولایت کا بڑا دعویٰ رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ نماز ہوتی ہے حصولِ حق کے لئے۔ کہتے ہیں، میں تو اب واصل باللہ ہو چکا ہوں، اب مجھے نماز کی کیا ضرورت ہے۔

آدمی سفر کرتا ہے منزل پر پہنچنے کے لئے، جو منزل پر پہنچ جائے اسے چاہیے کہ وہ آرام سے بیٹھے، مجھے اب نمازوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے اس طرح کے عقائد ہیں تو میں اسے کہا کرتا ہوں تم پہنچ تو گئے ہو لیکن پہنچے شیطان کے پاس ہو۔ تو فرمایا یہ جو عقیدہ لوگوں کا ہے کہ فلاں اتنی منزل پر پہنچ گیا ہے کہ اس کے لئے شریعت کی پابندی ضروری نہیں اس کا اس میں ردّ ہے۔ کہ جب انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ شریعت کی پابندی کریں اور جو شریعت کی خلاف ورزی کرے گا اسے عذاب ہوگا تو پھر ولی کس شمار قطار میں ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟ کیونکہ وہ تو نبیؐ کی وساطت سے نبیؐ کو مان کر ان کی غلامی کر کے نبیؐ کا اتباع کر کے چل رہا ہوتا ہے تو ولایت کا کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں اس پر شرعی تکلیف یا شریعت کے حکم ساقط ہو جائیں۔

بدون ایمان فضیلتِ نسب کا نافع نہ ہونا:

قولہٗ تعالیٰ: وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (سورۃ الشعرا:214)

ترجمہ: اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے۔

"روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ نسب کے ساتھ جب ایمان منضم نہ ہو وہ بالکل نافع نہیں ہوتا اور چونکہ قرابت کا حجاب بہت سخت ہوتا ہے اس لئے اقربین کے اَنۡذِرۡ کا حکم کیا گیا۔"

فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے ساتھ قریبی رشتہ داری ہونا، اس کی اولاد ہونا، بھائی ہونا، بھتیجا ہونا جب تک اس کے ساتھ ایمان اور عمل نہ ہو، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور قرب کا حجاب بڑا سخت ہوتا ہے۔ جس بندے کو یہ خیال آ جائے کہ میں فلاں بندے کی اولاد ہوں، میں سیّد ہوں، میں وہ ہوں تو وہ عمل سے محروم ہو جاتا ہے، یہ بہت سخت ہو جاتا ہے، اس لئے قریبیوں کو اور رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

مریدوں کے ساتھ نرمی و تواضع:

قولہٗ تعالیٰ: وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (سورۃ الشعرا:215)

ترجمہ: اور ان لوگوں کے ساتھ فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں۔

"اس میں شیوخ کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مخلص تابعین سے نرمی و تواضع کے ساتھ پیش آیا کریں تا کہ وہ مسرور ہوں۔"

فرمایا، اس آیہ کریمہ میں جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا گیا کہ جو لوگ ایمان لائیں اور آپ ﷺ کا اتباع کریں آپ ان پر کرم فرمایئے تا کہ انہیں مسرت اور خوشی نصیب ہو تو مشائخ کے لئے یہ تعلیم ہے کہ جو لوگ ان کے ساتھ اللہ اللہ کے لئے جڑیں، اللہ اللہ کرنے آئیں، ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آئیں۔

طریق کے خلاف چلنے والے سے تبریہ اور اس کا اظہار:

قولہٗ تعالیٰ: فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ (سورۃ الشعرا:216)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں۔

"اس میں دلالت ہے اس پر کہ جو شخص طریق سے مخالف ہو تو اس سے شیخ کو تبریٰ کر دینا چاہیے اور اس تبریٰ کی اس کو اطلاع بھی کر دے۔"

یعنی مشائخ کے سلاسل میں جو لوگ طریق یعنی ذکر اذکار کی مخالفت کریں ان سے شیخ کو بیزاری کا اعلان کر دینا چاہیے کہ میرا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اس کی ان کو اطلاع بھی کر دینی چاہیے، اور یہ بات واضح ہو جانی چاہیے تاکہ کسی کو ان کے کردار سے یہ دھوکا نہ لگے کہ یہ شیخ کا بھائی ہے، شیخ کا بھتیجا ہے، یہ ایسا کر رہا ہے تو ایسا کرنا درست ہوگا، اس سے گمراہی کا خطرہ ہے۔لہٰذا جو شخص طریق کا یعنی آپ کے طریقہ کار کا، آپ کے ذکر اذکار کا، آپ کے سلسلے کا مخالف ہوگا وہ خواہ رشتہ دار ہو یا دوست ہو تو بتا دینا چاہیے کہ میرا تعلق سلسلے کا جو ہے وہ نہیں ہے۔دنیا میں رہنا، گزارہ کرنا، لین دین کرنا یہ کفار کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ایسا لین دین جس میں دین کا نقصان نہ ہو وہ غیر مسلم کا بھی جائز ہے۔تو جو طریق میں نہیں ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا یا لین دین کرنا منع نہیں ہے لیکن ان پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کا مسلک الگ ہے اور میرا مسلک الگ ہے۔یہ بتا دیا جانا چاہیے۔

توکل:

قولہ تعالیٰ: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ

(سورۃ الشعرا:217)

ترجمہ: اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھیئے۔

''اس میں تعلیم ہے مقام توکل کی جو کہ معروف و اتفاقی ہے۔''

فرمایا، اس میں توکل کی تعلیم ہے۔توکل یہ ہے کہ اسباب دنیا اللہ کریم نے ترتیب دیئے ہیں اور ہمیں ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا اسباب اختیار کئے جائیں کہ ان کا اختیار کرنا عبادت ہے، اللہ کی اطاعت ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت ہے لیکن اسباب پر بھروسہ نہ کیا جائے، بھروسہ اللہ کریم پر کیا جائے جو قادر بھی ہے اور بہت رحم فرمانے والا بھی ہے۔وہ کام کر بھی سکتا ہے اور اپنے بندوں پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔

شیخ کا مریدوں کی نگرانی کرنا:

قولہ تعالیٰ: وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ (سورۃ الشعرا:219)

ترجمہ: اور نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔

''بعض تفاسیر پر اس میں دلالت ہے اس پر کہ شیخ کو مناسب ہے کہ جو احوال تربیت کے متعلق ہیں ان میں مریدوں کی نگرانی کیا کرے۔''

یعنی شیخ کی ذمہ داری ہے کہ تربیتی امور کی نگرانی کیا کریں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقاتِ صلوٰۃ کے بارے اللہ کریم نے فرمایا کہ نمازیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اللہ کریم دیکھتے ہیں یعنی اللہ کو بہت پسند ہے۔'' دیکھتے'' ہیں سے مراد ہے کہ اللہ کریم اس سے راضی ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔تو شیخ کو چاہیے کہ تربیت کے جو پروگرام ہیں جو انتظام ہے جو انصرام ہے اس کی کماحقہٗ نگرانی کرے کہ تربیت کے نام پر کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔

طالب صادق کو دینی ضرر نہ پہنچا سکنا شیطان کا:

قولہ تعالیٰ: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ (سورۃ الشعرا:222-221)

ترجمہ: کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں۔۔ اور ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو دروغ گفتار، بدکردار ہوں۔

''اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ شیطان طالب صادق، متقی کے اندر ایسا تصرف نہیں کر سکتا جس سے اس کے دین کو ضرر پہنچا سکے۔''

فرمایا، یہ جو فرمایا گیا آپ ﷺ کو بتائیں کہ شیاطین کس پر نازل ہوتے ہیں اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ جھوٹ بولنے والے اور گناہ کرنے والے لوگوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ شیاطین چمٹے رہتے ہیں اور ان کو اور برائی کی طرف لے جاتے ہیں۔فرمایا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس کی طلب صادق ہو اور وہ عمل میں بھی پختہ ہو، فرائض باقاعدگی سے ادا کرتا ہو، اپنے مراقبات باقاعدگی سے کرتا ہو تو اس پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔اللہ کریم اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

صقارہ سائنس کالج

SIQARAH

بزرگانِ دین کی سرپرستی بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2017 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

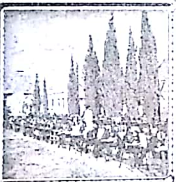

نمایاں خصوصیات

سیلیکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✓ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- ✓ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✓ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- ✓ نظم وضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✓ کھیلوں کے وسیع وعریض میدان
- ✓ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

محکمہ تعلیم کے نامور ماہرین کے زیر نگرانی

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Ph: 0543-562222

اکرم التفاسیر

سورۃ الصّٰفّٰت آیات 101 تا 114

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ

سو ہم نے ان کو ایک نرم دل بیٹے کی خوشخبری دی۔ سو جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے

اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ

پھرنے لگا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ

کر رہا ہوں سو دیکھ لو تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ بولے اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا

اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا

ہے آپ کیجئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے غرض جب دونوں نے (اللہ کا حکم)

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾

تسلیم کر لیا اور اس (بیٹے) کو کروٹ پر لٹایا۔ اور ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾

بے شک آپ نے خواب کو سچا کر دکھایا یقیناً ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾

بلاشبہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دے دیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓي

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان (ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر) کو رہنے دیا۔

اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾

ابراہیم (علیہ السلام) پر سلامتی ہو۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا

بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور ہم نے ان کو اسحٰق (علیہ السلام)

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓي اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا

کی بشارت دی کہ نبی نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ان پر اور اسحٰق (علیہ السلام)

مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰي

پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان کی نسل میں سے کچھ اچھے ہیں اور کچھ اپنے آپ پر صریح ظلم

مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾

کرنے والے ہیں اور ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر بھی احسان فرمایا۔

(سورۃ الصّٰفّٰت: 101-114)

حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا ذکر خیر ہے۔ پچھلے جمعہ میں یہ گزر چکا کہ انہوں نے دعا فرمائی کہ اے ربِّ کریم مجھے نیک فرزند عطا فرما، صالح اور تیرا نیک بندہ ہو۔ اللہ پاک نے دعا قبول فرمائی اور فرمایا: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ہم نے انہیں ایک بہت ہی بردبار بیٹے کی خوشخبری سنائی، نرم دل، نرم خُو بیٹے کی خوشخبری سنائی۔ ہمارے ہاں دنیا اس قدر دلوں میں دھنس گئی ہے کہ رزق مانگتے ہیں تو ساتھ حلال کی قید نہیں ہوتی، ہمیں صرف رزق چاہیے، حلال ملے یا حرام ملے، اولاد مانگتے ہیں تو ہمیں صرف اولاد چاہیے نیک ہو یا بد، رشتے کرتے ہیں تو دین نہیں دیکھتے صرف دنیا دیکھتے ہیں۔ اس کے پاس کتنے پیسے ہیں، اس کے باپ کے پاس کتنی دولت ہے، ان کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ بعد میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے پاس دنیا ہوتی ہے انہیں خود بڑی پیاری ہوتی ہے، جو اُن سے رشتے کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ ہمیں بانٹ دیں گے۔ پھر لڑائیاں ہوتی ہیں، کسی سے بھی تعلق، کسی سے بھی رشتے، دوستی کرنی ہو تو بھی، رشتہ جوڑنا ہو تو بھی، پہلے دین دیکھنا چاہیے۔ دنیا ضرور دیکھیں لیکن دنیا فساد ہے اگر دین نہ ہو۔ دین ہو تو دین غالب رہتا ہے۔ دین کی خصوصیت یہ ہے کہ دین ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔ جہاں دین

پر دنیا غالب آگئی وہاں دین نہیں رہتا، رسومات رہ جاتی ہیں۔ دین نہیں ہوتا۔ اگلے دن مجھے کسی نے ای۔میل کی کہ مجھے ہر وقت موت یاد آتی رہتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ بڑی بیماری لگ گئی ہے اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔ میں نے لکھا، تم تو خوش قسمت ہو، ہمہ وقت موت یاد رکھنا انبیاءؑ کا خاصہ ہے، نبی کریم ﷺ نے تعریف فرمائی ہے کہ جسے موت یاد رہتی ہے وہ بڑا خوش قسمت انسان ہے۔ تمہیں موت یاد آتی ہے ہر وقت تو موت کی تیاری کرو۔ اسے اب بیماری سمجھ لیا گیا ہے کہ موت کا تو خیال ہی نہ آئے۔ تو کیا یاد نہ کرنے سے موت نہیں آئے گی؟

چنانچہ آپؑ نے اولاد کے لیے دعا کی۔ اولاد کے لیے دعا کرنا جائز ہے، اللہ ہی سے مانگنا چاہیے لیکن فرمایا، مجھے نیک فرزند عطا فرما۔ اللہ کریم نے فرمایا، ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں نیک، صالح، نرم دل اور بہت خوبصورت مزاج رکھنے والے بیٹے کی خوشخبری دی۔ جب آپؑ نے ہجرت فرمائی تو آپ کی اہلیہ حضرت سارہ اور آپ کے بھانجے حضرت لوط، دو بندے آپ کے ساتھ تھے۔ یہی دو ایمان لائے تھے پوری قوم میں سے۔ راستے میں فرعون سے واسطہ پڑا، مصر کے حکمران سے، تو اس نے ایک خاتون حضرت سارہؓ کی خدمت کے لیے عطا کی۔ ان کا نام حضرت ہاجرہؓ تھا۔ جب آپ نے دعا فرمائی تو حضرت اسمٰعیلؑ حضرت ہاجرہؓ کے بطن سے آپ کو عطا ہوئے۔ قرآن کریم میں یہ واقعہ گزر چکا۔

چھوٹے ہی تھے، تو حکم ہوا تشریف لے جائیں جہاں بیت اللہ کا نشان ہے کیونکہ بیت اللہ طوفانِ نوحؑ میں منہدم ہو چکا تھا۔ پھر انہیں وہاں چھوڑ کر واپس آگئے۔ پھر وہ آبِ زمزم کا نکلنا اور مائی صاحبہ کا صفا مروہ پہ دوڑنا۔ وہ بھی اتنی عظیم خاتون تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جس طرح بیتابی سے وہ صفا مروہ پہ دوڑیں، چڑھیں، تب سے لے کر قیامت تک، صفا مروہ پہ دوڑنا اور اسی طرح چلنا عبادت قرار پایا اور حج کا رکن قرار دیا گیا۔ کوئی سا بھی حج کرے، بڑا حج کرے یا چھوٹا، عمرہ کرے یا حج کرے۔ عمرہ چھوٹا حج ہے۔ حجِ اکبر، بڑا حج ہے۔ یہ ایک رواج ہو گیا ہے کہ جمعہ کو حج آئے تو حجِ اکبر کہتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے، ہر حج حجِ اکبر ہے اور عمرہ چھوٹا حج ہے۔ یہ رواج وہاں سے نکلا کہ جب حضور ﷺ کے زمانے میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا تو بعد میں سورۃ توبہ کا نزول شروع ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ الکریم کو روانہ فرمایا کہ حج کے موقع پر تمام اجتماع پر سورۃ توبہ، جس میں مشرکین و کفار کے لیے حرم کا داخلہ ممنوع ہو گیا تھا، وہ آیات وہاں سنا دی جائیں۔ انہوں نے جا کر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا حضور ﷺ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ سنا دی جائیں، آپ سنائیں۔ جس دن وہ خطبۂ حج ہوا تھا اس دن جمعہ تھا، وہاں سے پھر لوگوں نے بنا لیا کہ جمعہ کو حج ہو تو کیونکہ اس حج کو قرآن کریم نے حجِ اکبر کہا ہے۔ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ (سورۃ توبہ آیت نمبر 3)، تو جمعے کو حجِ اکبر ہوتا ہے۔ ایسی بات نہیں ہے، ہر حج حجِ اکبر ہے عمرے کے مقابلے میں۔ چھوٹا حج عمرہ ہے اور بڑا حج وہ ہے جو سالانہ حج ہوتا ہے۔ مائی صاحبہ کا دوڑنا حج کا رکن قرار دیا۔ مائی صاحبہ جس طرح صفا مروہ پہ دوڑیں، نبی کریم ﷺ جیسے امام الانبیاء ﷺ نے بھی وہاں اسی طرح سعی فرمائی اور قیامت تک جن کو اللہ توفیق دے گا وہ وہاں کرتے رہیں گے۔

وحی کا وصول کرنا بھی انبیاءؑ کی شان ہے، اور وحی سے مراد کیا ہے، اس مفہوم کو سمجھنا بھی نبیؑ کی شان ہے۔ ہمارے ہاں بے شمار گمراہ طبقے پیدا ہو گئے ہیں اور قوم فرقوں میں بٹ گئی ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہر فرقہ قرآنِ کریم سے دلیلیں دیتا ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ جس آیت کا جو ترجمہ وہ کر رہے ہیں، کیا اس آیت کا یہی مفہوم نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو تعلیم فرمایا تھا تو فرقے ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک ہی فرقہ رہ جاتا ہے جو اس بات کو مانیں جو حضور ﷺ نے ارشاد فرمائی۔ جب گرائمر کے زور سے اور صرف ونحو کے زور سے اور اپنے مطالعے کے زور سے ہم آیات کے تراجم مختلف کرتے ہیں، مفہوم مختلف نکالتے ہیں تو ایک نیا فرقہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آیات کا ترجمہ اپنے زور سے کرنا حرام ہے، وحی کو سننا بھی منصب نبوت ہے اور اس وحی کے الفاظ کیا ہیں، یہ بھی نبیؑ کا کام ہے الفاظ جاننا، ان الفاظ کا مفہوم کیا ہے، یہ جاننا بھی اللہ کے رسول اور نبی علیہ السلام کا کام ہے۔ ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ مشورہ کرنا تھا تو حضرت ہاجرہ سے کرتے جو ان کی رفیقہ حیات تھیں جنہوں نے ان کے کہنے پر ہجرت قبول کی اور تنِ تنہا ایک معصوم جگر گوشے کو لے کر حرم کی جگہ پر قیام پذیر

ہو گئیں۔ کیسی بلند پائے کی عظیم خاتون تھیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ جانے لگے تو ایک مشکیزہ پانی کا اور تھوڑی سی کھجوریں انہیں دیں۔ آدم نہ آدم کی ذات، کوئی آبادی کے آثار وہاں نہیں تھے، کوئی بندہ نہیں تھا۔ انہوں نے پوچھا اس ویرانے میں، اس معصوم کے ساتھ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں، ہمارا کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا اللہ کے حوالے، اللہ کا حکم ایسا ہی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا؟ پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، آپ جا سکتے ہیں۔ اس پائے کی عظیم خاتون لیکن وہ نبیہ نہیں تھیں، ان سے خواب کا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ بچہ، فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ ۔۔۔ جب وہ ان کے ساتھ چلنے پھرنے لگا۔ ڈھائی تین سال کا ہوگا، چار سال کا ہوگا، ساتھ چلنے پھرنے لگا، قرآن نے سالوں کا تعین نہیں فرمایا۔ تو بیٹے کو تیار کر کے باہر لے کر گئے، منٰی میں جا کر اس سے بات کی کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ ۔۔۔ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ ۔۔۔ کہ میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ سوچو، آپ کیا مشورہ دیتے ہو، آپ کی کیا رائے ہے۔ میں نے تو خواب میں دیکھا ہے میں آپ کو ذبح کر رہا ہوں، آپ اس بارے میں غور کر لیں اور بتائیں کیا رائے ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ اگرچہ بچے تھے لیکن انہوں نے عرض کی، قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ ۔۔۔ جواب دیکھئے! وہ کہہ رہے ہیں میں نے خواب دیکھا ہے، وہ فرما رہے ہیں جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس پر عمل کریں یعنی نبیؑ کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے۔ آپ نے محض خواب نہیں دیکھا، آپ پر وحی آئی ہے، آپ کا خواب بھی وحی ہے۔ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور حکم کی تعمیل کے سوا چارہ نہیں ہے۔ اِفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ ۔۔۔ آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ کر گزریں۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تو میرا خیال ہے۔ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ۔۔۔ اللہ کریم نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اسی میں آپؑ کی وحی میں، آپؑ کو ذبح کرنے کا حکم ہے تو میرے لیے ذبح ہونے کا حکم موجود ہے۔ آپ اللہ کے نبیؑ ہیں، میں بھی اللہ کا نبیؑ ہوں۔ آپ تعمیل ارشاد کریں میں بھی صبر و شکر کے ساتھ قبول کروں گا۔ دو باتیں یہاں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی الٰہی دو طرح کی ہیں مَتْلُوْ بھی ہے غیر مَتْلُوْ بھی ہے، مَتْلُوْ اس وحی کو کہتے ہیں جس کی تلاوت کرتے ہیں جیسے قرآنِ کریم وحی مَتْلُوْ ہے۔ کتاب بن گئی، لکھی گئی، اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ جو احکام قرآن میں نہیں ہیں اور جو ارشاد رسول اللہ ﷺ کے، قرآن کی وضاحت میں ہیں وہ غیر مَتْلُوْ وحی ہے۔ اب یہ حکم کہ اسمٰعیلؑ کو ذبح کرو، کسی صحیفے میں، کسی کتاب میں نہیں اترا۔ زبانی بات تھی جو حضرت ابراہیمؑ نے فرمائی تو انہوں نے فرمایا یہ وحی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انبیاء جو شرح فرماتے ہیں قرآن کی یا جو ارشاد فرماتے ہیں وہ بھی وحی الٰہی ہے۔ وحی غیر مَتْلُوْ ہے، اس کی تلاوت نہیں ہوتی۔ یہ ذخیرہ حدیث پاک کا جو حضور ﷺ کا ہے یہ بھی وحی الٰہی ہے اور اس کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسا قرآن کا انکار۔ ہاں! تحقیق کرنا کہ یہ حدیث درست ہے یا نہیں، یہ جائز ہے اور یہ ضرور کرنی چاہیے کہ حدیث کے نام پر کوئی خرافات نہ بیان کرتا رہے۔ قرآن کو سمجھنا، بیان کرنا، شانِ نبوت ہے اور قرآن کا وہی مفہوم لینا چاہیے جو حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا۔ صحابہ کرامؓ نے سمجھا، حضور ﷺ کے سامنے اس پر عمل کیا، حضور ﷺ نے قبول فرمایا کہ یہ درست ہے یہی مفہوم ہے اس کا۔

دوسری بات، اس میں ایک اور بڑا عجیب نکتہ ہے کہ سیدنا اسمٰعیلؑ عرض کر رہے ہیں کہ آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کر گزریں، ان شاء اللہ مجھے بھی آپ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ جسے جتنا قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ اتنا اللہ کا اطاعت گزار بن جاتا ہے، ہمارے ہاں معاملہ الٹ گیا ہے۔ یہاں جو ہفتہ بھر، دس دن نمازیں پڑھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اب دنیا ویسے چلنی چاہیے جیسے وہ کہے۔ کئی لوگ شکایت کرتے ہیں کہ میں ذکر بھی کرتا ہوں، تلاوت بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، میری دعا قبول نہیں ہوتی۔ ان کا خیال یہ ہے کہ اب جو دنیا کا نظام ہے، وہ ہمارے کہنے پہ چلے۔ دعا تو اس کا نام رکھا ہوا ہوتا ہے، لگتا ایسا ہے جیسے اللہ کو حکم دے رہے ہیں۔ دعا تو ایک عاجزانہ درخواست ہوتی ہے، پھر اس کے قبول ہونے نہ ہونے کا شکوہ کیسا؟ حکم جو ہوتا ہے اگر وہ نہ مانا جائے تو پھر حاکم کو شکایت ہوتی ہے کہ میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں ہوئی۔ جو چار نمازیں پڑھ لیتے ہیں پھر وہ سمجھتے ہیں کہ اب دنیا کا نظام میری رائے سے چلنا چاہیے۔

یہاں والد بھی اللہ کا نبیؑ ہے، بیٹا بھی اللہ کا نبیؑ ہے اور بیٹا عرض کر رہا ہے۔ بابا! آپؑ کو ذبح کرنے کا حکم ہے۔ بڑا مشکل ہے۔ آپ کی عمر غالباً سو برس سے متجاوز تھی اور حضرت ہاجرہ کی عمر بھی اسی نوے برس کی تھی۔ بڑھاپے میں اسمٰعیل جیسا فرزند ارجمند جس کی پیشانی میں نورِ نبوت بھی رقصاں تھا، اور انوارتِ محمد رسول اللہ ﷺ بھی موجود تھے، کیا خوبصورت، کیا پیارا بیٹا ہوگا! عمر تھی معصومانہ باتیں کرنے کی اور ساتھ دوڑنے کی، تو کتنا مشکل ہے کہ اسے ذبح کر دیں۔ لیکن انہوں نے دوبارہ عرض نہیں کی کہ بارالہا! مجھے سمجھنے میں تو غلطی نہیں لگی؟ نبیؑ کو کبھی سمجھنے میں غلطی نہیں لگتی، انبیاءؑ اس سے پاک ہوتے ہیں۔ کوئی شیطان وہاں مداخلت نہیں کر سکتا۔ سمجھنے میں غلطی کیوں لگتی ہے، درمیان میں شیطان کوشش کرتا ہے۔ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ مشاہدہ یا کشف نبیؑ کو ہوتا ہے، ولی کو بھی ہوتا ہے باتباع نبی ہوتا ہے لیکن ولی کے دیکھنے کی قوت کمزور ہے۔ نبیؑ کو کہیں غلطی نہیں لگتی، ولی کو غلطی لگ جاتی ہے، اسے شیطان دھوکہ دے سکتا ہے۔ اس لیے ولی کا کشف محتاج ہے نبیؑ کے کشف کا۔ اس کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اگر اس کے خلاف ہے تو ولی کو غلطی لگی ہے۔

جہاں یہ کہہ رہے ہیں۔ سَتَجِدُنِيٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۝ --- مجھے بھی صبر و شکر کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرنے والا پائیں گے یعنی عظمت یہ ہے۔ ولایت برکاتِ نبوت میں سے ہے۔ نبوت کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ سے منواتے نہیں اللہ کی مانتے ہیں، ولایت بھی یہ ہے کہ اللہ کی رضا مانی جائے نہ کہ مشورے دینے شروع کر دیں۔ اس کا یہ ہو جائے، اس کا وہ ہو جائے۔ ہم کیا جانتے ہیں، ہمارا کیا علم ہے، ہمیں کیا خبر ہے۔ جبکہ یہاں معاملہ الٹ ہو جاتا ہے۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا جب باپ بیٹے نے بات مان لی، طے ہوگئی۔ وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۝ اور بیٹے کو کروٹ پر لٹا دیا۔ مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لی کہ کہیں باپ کو دیکھ کر بیٹا تڑپ نہ اٹھے اور کہیں بیٹے کو دیکھ کر میرا ہاتھ نہ رک جائے۔ آنکھیں تو بندھی ہوئی تھیں، آپ نے لٹایا، بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر یہ تکبیر تھی جو ابراہیمؑ نے ذبح کرتے وقت اسمٰعیلؑ پر پڑھی جو آج بھی ذبح کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ آپؑ نے ذبح کر دیا، خون بہہ نکلا، گردن کٹ گئی، جب آپ نے آنکھ سے پٹی ہٹائی تو دیکھا وہاں تو دنبہ کٹا پڑا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو اسمٰعیلؑ کھڑے مسکرا رہے ہیں تو آپؑ پریشان ہوئے؟ یہ کیا ہوا؟ میں نے تو اسمٰعیل کو ذبح کیا تھا۔

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا --- تو اللہ کریم فرماتے ہیں ہم نے پکار کر فرمایا، آواز دی، اے ابراہیم آپ نے خواب سچ کر دکھایا۔ اب یہ ہماری مرضی، آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، آپ نے عمل کر دیا، آپ نے اسمٰعیلؑ ہی کو ذبح کر دیا۔ یہ ہماری قدرتِ کاملہ تھی کہ ہم نے جنت سے دنبہ بھیج دیا۔ اسمٰعیل کو نکال کے کھڑا کر دیا، آپ سمجھے اسمٰعیل کو ذبح کر رہا ہوں۔ دنبہ ذبح ہو گیا، یہ ہمارا کرم تھا۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝ --- جو خلوصِ دل سے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، ان پر ہم ایسے ہی احسان فرماتے ہیں۔ ان پر دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اسی طرح ان پر احسانات فرمائے جاتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۝ --- یقیناً بہت بڑی آزمائش تھی، بہت ہی بڑی آزمائش تھی۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۝ --- اور ہم نے اس کے بدلے ایک عظیم قربانی دی اور آپ کو اسمٰعیلؑ سلامت عطا کر دیے اور جنت سے خاص دنبہ اس مقصد کے لیے بھیج دیا جو آپ نے ذبح فرما دیا۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۝ --- اور آپ کی یہ بات ہم نے بعد میں آنے والوں میں بھی جاری کر دی۔ بڑی عجیب بات ہے۔ ابراہیمؑ کے بعد لوگ مشرک ہو گئے، کافر ہو گئے، دین سے دور ہو گئے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت تک مشرکین مکہ بھی قربانی کرتے تھے۔ دین کی جو رسوم کچھ رہ گئیں تھیں ان میں قربانی تھی، یعنی قربانی کی یاد ختم نہیں ہوئی۔ مشرکینِ عرب بھی قربانی کرتے تھے، پھر اسلام میں بھی حضور ﷺ کی سنت بن کر جاری ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو زندہ فرمایا اور مسلمان، اسلام کے مطابق، قربانی قیامت تک کرتے رہیں گے۔ فرمایا، وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۝ --- آپؑ کی یہ یادگار بعد میں آنے والوں میں بھی قائم رکھی کہ لوگوں کو پتا چلتا رہے کہ تعمیلِ ارشاد باری کا معیار کیا ہے۔ کس طرح اطاعت کی جانی چاہیے اور اطاعتِ الٰہی کا حق کیسے ادا ہوتا ہے۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ ۔۔۔سلامتی ہو، اللہ کی طرف سے ابراہیمؑ پر ہمیشہ ہمیشہ سلامتی ہو۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ ۔۔۔ جو لوگ صدق دل سے ہماری اطاعت کرتے ہیں ان کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔ ہمارے تو حوصلے کم ہیں، ہم تو ہر وقت دال روٹی ہی مانگتے رہتے ہیں اور ہماری پیسے کی ہوس ہی پوری نہیں ہوتی۔ دنیا دنیا مانگتے عمر بیت جاتی ہے حالانکہ دنیا ہر ایک کی تقسیم ہو چکی ہے۔ ہر ایک کا مقدر ہے، جو اس کا مقدر ہے وہ اسے ہر حال میں ملنا ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے، اس کی ہوا، اس کی آکسیجن، اس کی سانس بھی مقدر ہے۔ اس کی نظر، اس کی نگاہ، اس کے حواس، اس کی صحت، اس کی خوراک، اس کا رزق ہر چیز مقدر ہے۔ اپنا حصہ کھائے گا، کسی کا کھا نہیں سکے گا، اپنا چھوڑ کے نہیں جائے گا۔ حاصل کرنے والی چیز ہے آخرت! اللہ تو جانتے ہیں کس کا کیا انجام ہوگا، ہمیں نہیں پتا۔ ہم مکلف ہیں کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت خلوصِ دل سے کر کے آخرت سنوار لیں۔ آخرت کما کے لینی ہے۔ اس طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے تو وہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ ۔۔۔ اے لوگو! جو خلوصِ دل سے، صدقِ دل سے اللہ کی اطاعت کرتے ہیں ان پر ایسے ہی احسانات فرمائے جاتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ ۔۔۔ بیشک ابراہیمؑ ہمارے اوپر ایمان رکھنے والے تھے۔ ایمان یقین کی اعلیٰ ترین قسم ہے۔ سب سے آخری درجہ اعتبار و اعتماد کا جو ہے، سب سے بلند درجہ، اسے ایمان کہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا، انگریزی میں کہتے ہیں I believe، یعنی بہت پختہ یقین جب ہو تو اسے Believe یا ایمان کہتے ہیں۔ تو یقین کا آخری درجہ جو ہے وہ ایمان کہلاتا ہے۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ ۔۔۔ پھر اس کے بعد ہم نے انہیں اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بھی خبر دی، یہ حضرت سارہ کے شکمِ مبارک سے پیدا ہوئے، اور فرمایا، یہ نیکو کاروں میں سے تھے۔ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۔۔۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام پر بھی برکت نازل فرمائی اور اسحٰق علیہ السلام پر بھی۔ اسحٰق علیہ السلام اللہ کے وہ خوش نصیب نبی تھے کہ ان کی پیدائش سے لے کر نبی کریم ﷺ کی پیدائش تک، جتنی نبوت آئی وہ اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں ہے۔ صدیاں بیتیں حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی کی اولاد میں سے تھے، اور یہ بنی اسرائیل بھی ان ہی کی اولاد میں سے تھے۔ جتنے انبیاء اسحٰق علیہ السلام کے بعد حضور ﷺ تک مبعوث ہوئے سب ان کی اولاد میں سے تھے تو فرمایا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ ۔۔۔ ان کی اولاد میں ہم نے بڑے بڑے نیک، اللہ کے مقرب بندے پیدا فرمائے۔ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ۔۔۔ اور ان ہی کی اولاد میں ایسے لوگ بھی ہوئے جنہوں نے اپنی جان پر بڑے واضح اور کھلے ظلم ڈھائے۔

ان کی نسل میں مسلسل انبیاء مبعوث ہوتے رہے لیکن انہی کی نسل میں اللہ کے نافرمان اور نبیؑ کے دشمن بھی ہوئے۔ دنیا آدمی کی اپنی پسند پہ ہے کہ وہ اپنے لیے کیا چاہتا ہے؟ جو چاہے چن لے۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ (الدھر:3)۔۔۔ اس کے سامنے ہم نے راستے واضح کر دیئے ہیں، اب وہ چاہتا ہے تو ہدایت اختیار کر لے، چاہتا ہے تو ناشکری اختیار کر لے۔ سیدھا راستہ لیتا ہے یا غلط، یہ فیصلہ انسان کا ہے۔ فرمایا، اتنی عظیم ہستی اور اتنی عظیم نسل۔ حضور ﷺ اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں سے تھے ورنہ سارے نبی ابراہیمؑ سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اتنا احسان فرمایا۔ اس بزرگ اور اس بہترین نسل میں ایسے لوگ بھی گزرے جنہوں نے اپنے لیے نافرمانی کا راستہ چنا اور انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ جس نے نافرمانی کی اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ۔۔۔ ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام پر بھی بڑے احسان فرمائے۔ آپ ہمارے احسانات کو دیکھئے، کہاں فرعون اور کہاں بنی اسرائیل! بنی اسرائیل کی تو کوئی وقعت، کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ فرعون تو بادشاہ تھا، اس کی قوم بھی بنی اسرائیل کے لیے تو بادشاہ ہی بنی ہوئی تھی۔ ایک عام قبطی تو ان پر ایسے ہی حکم چلاتا تھا جیسے فرعون چلاتا تھا۔ انہیں مار دیں تو کوئی جرم نہیں تھا، بھوکا پیاسا رکھیں۔ نہ کوئی ان کی ملکیت تھی نہ ہی ان کا کوئی مطالبہ تھا۔ دن بھر مشقت لیں کوئی اجرت نہیں ہے۔ فرمایا، ہم نے احسان فرمایا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر بھی۔

28 مئی 2015ء

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

کچھ سوال ڈاک میں بھی آجاتے ہیں۔ میری ای میل (E-mail) میں ہوتے ہیں تو رات بھی ایک سوال تھا، ایک کل تھا ایک دو چار دن پہلے تھا۔ رات کو میں نے انہیں رکھا کہ آج صبح درس میں بیان کردیں گے، آپ تک بھی پہنچ جائے گا۔ رات کا سوال یہ تھا:

سوال:

آخرت میں یا جنت میں مرد کو بھی، عورت کو بھی داخل کیا جائے گا۔ جو بھی اللہ پاک کی اطاعت کریں گے آخرت کو کامیاب ہوں گے۔ انہیں اللہ کریم جنت عطا فرمائیں گے تو کسی خاتون کا سوال تھا کہ جنت میں رہائش، غذا، لباس سہولتیں ساری مردوں کو بھی عورتوں کو بھی ایک جیسی ہوں گی، ضرورت کے مطابق جیسا جس کا مرتبہ ہے ویسی نعمتیں ہوں گی لیکن ایک بات زیادتی کی ہے کہ مردوں کو تو حوریں ملیں گی تو یہ کیا زیادتی نہیں ہوجائے گی؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنی کتاب میں بھی اور نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات میں بھی اس بات میں زور دیا ہے کہ جنت میں جانے کی سعی کرو۔ وہاں کی نعمتیں یہاں دنیا میں بیٹھ کر نہیں سمجھ سکتے، وہاں جاؤ گے تو پتا چلے گا۔ ہم لالہ موسیٰ پڑھا کرتے تھے تو ہمارے ایک ہیڈ ماسٹر صاحب ہوتے تھے۔ ان کا لباس تو کوٹ پتلون اور اس طرح کا ہوتا تھا۔ بندے بڑے نفیس اور بڑے مزیدار تھے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ شریف آدمی تھے تو صبح سکولوں میں جب دعا (Prayer) ہوتی ہے تو اس کے بعد عموماً یہ ہوتا ہے کہ کوئی بچہ تقریر کرتا ہے یا کچھ نہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے، تو وہ کبھی کبھی (Prayer) میں آتے تھے اور جس دن آتے تھے پھر کچھ نہ کچھ خود کہا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے جنت کے اس موضوع پہ بات کی۔ فرمانے لگے کہ کوئی بندہ کسی ویرانے میں، جنگل میں جھونپڑی میں رہتا ہو۔ اس نے دنیا میں پہیے کا تصور ہی نہ دیکھا ہو، اس کے پاس کوئی Concept ہی نہ ہو کہ کوئی بیل گاڑی بھی ہوسکتی ہے۔ ایسے ویرانے میں ہو۔ اب اسے یہ سمجھانا پڑے کہ جی! ایک ریل گاڑی بھی ہوتی ہے، اتنے ڈبے اس میں ہوتے ہیں، اتنے پہیے ہوتے ہیں پھر اس میں مختلف کلاسیں ہوتی ہیں، تھرڈ ہوتی ہے، سیکنڈ ہوتی ہے، فرسٹ کلاس ہوتی ہے۔ فرسٹ کلاس (1st class) میں صوفے لگے ہوتے ہیں اور یہ سہولتیں ہوتی ہیں وہ سہولتیں ہوتی ہیں۔ تو آپ اسے جتنا سمجھاتے رہیں اس کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس نے تو مکان بھی نہیں دیکھا ہوا۔ اس نے تو گھاس پھوس کی جھونپڑی ہی دیکھی ہے۔ وہ کیا سوچے گا، وہ بہت بھی سوچے گا تو سمجھے گا اسی طرح کی

جھونپڑیاں جوڑ دیں گے اور اس کے نیچے کوئی گول گول چیزیں لگا دیں گے، وہ نہیں سمجھ سکے گا۔ وہ فرمانے لگے کہ اس دنیا میں رہ کر ہم جنت کی نعمتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اتنا کافی ہے کہ اللہ کریم نے بھی فرمادیا کہ وہاں کی نعمتیں بے حدو بے حساب ہوں گی۔ خوبصورت ہوں گی۔ تمہارے وہم وگمان سے بالاتر ہوں گی۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا تو کوشش یہ کرو کہ جنت میں پہنچیں، وہاں کیا ہوگا؟ وہاں جاکر دیکھیں گے۔ دوسری بات جو ان کا سوال ہے حوروں کے بارے میں، اس میں بھی بڑی غلط فہمیاں ہیں۔ کچھ ہمارے بعض حضرات کی بھی زیادتیاں ہیں، بات بات پر بندے کو حوریں عطا کرتے رہتے ہیں۔ حوریں عطا کرنا، نہ عطا کرنا اس کا کام ہے۔ ہم نہیں دے سکتے۔ ہم تقسیم پہ نہیں لگے ہوئے۔ جنت کی نعمتیں نہ میں بانٹ سکتا ہوں نہ آپ بانٹ سکتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کون کس قابل ہے، کس کو کیا دینا ہے؟ کیا دنیا کی نعمتیں ہم کسی کو بانٹ سکتے ہیں؟ جہاں ہم موجود ہیں، جہاں ہم گزر رہے ہیں، جہاں ہمارے پاس جو اللہ نے اختیار دیا ہے، وہ بھی ہے، تو یہاں نہیں بانٹ سکتے، وہاں کی نعمتیں کوئی انسان کیا بانٹے گا، وہ اس کی اپنی عطا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حور جنت کی مخلوق ہے۔ اللہ نے اسے پیدا ہی جنت میں فرمایا ہے، وہ دنیا میں نہیں آئی، وہ مکلف نہیں ہوئی۔ اس کے سامنے نفس یا شیطان کی کوئی رکاوٹ نہیں تھی، وہ اس امتحان میں نہیں ڈالی گئی کہ دنیا کو منتخب کرتی ہے یا دین کو منتخب کرتی ہے۔ اس نے دنیا میں رہ کر کسی نبیؑ کا اتباع نہیں کیا ہے۔ ان مشکلات کا سامنا نہیں کیا۔ وہ موت کے دروازے سے نہیں گزری۔ جو خواتین ہیں مردوں کے ساتھ، یہ دنیا میں آئیں، تکلیف شرعی برداشت کی۔ کفر کے مقابلے میں ایمان کو قبول کیا۔ برائی کے مقابلے میں نیکی کو اختیار کیا، مجاہدہ کیا۔ موت کے سخت دروازے سے گزر کر برزخ میں پہنچیں۔ اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ تو جنت میں جو مقام ومرتبہ ان کا ہوگا وہ حور کا نہیں ہوسکتا کیونکہ حور مکلف شرعی نہیں رہی، جنت کی ایک مخلوق ہے۔ تو اگر حوروں کی تعریف میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں تو یہ یقین رکھیں کہ عورتیں اس سے بلند ہوں گی، خواتین اس سے بلند ہوں گی۔ حوروں کا مقام اہل جنت کے لیے کنیزوں جیسا ہوگا بیویوں جیسا نہیں، بیویاں وہی ہوں گی جو عورتیں دنیا میں مکلف رہیں اور آخرت میں انہوں نے نجات پائی، انہیں بیوی کا مرتبہ اور مقام حاصل ہوگا۔ دنیا میں بھی کنیزیں تو حلال ہیں، ان کے آنے کا ایک خاص شرعی طریقہ ہے۔ جن کے پاس زیادہ کنیزیں ہوں، ان بیویوں کو تو زیادہ فخر ہوتا ہے کہ ہم بہت بڑے آدمی ہیں، اتنی تو ہماری غلام عورتیں ہیں، اتنے ملازم ہیں، اتنے نوکر ہیں۔ جنت میں بھی حور کا مرتبہ خاتون کے برابر نہیں ہوسکتا۔ خاتون نے تکلیف شرعی برداشت کی۔ اللہ کے نبی کا اتباع کیا، اللہ کی اطاعت کی اور مجاہدہ کیا تو حور اس مجاہدہ سے نہیں گزری، وہ جنت کی مخلوق ہے جنت میں پیدا ہوئی، جنت میں رہے گی۔ عورتوں کو اس معاملے میں وہم نہیں کرنا چاہئے۔ اگر یہاں کنیزیں زیادہ ہوں تو فخر کرتی ہیں تو وہاں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ ان کا مقام ومرتبہ عورتوں سے کم ہوگا، کنیزیں ہوں گی اور اللہ کا انعام ہوں گی۔

سوال:

ایک سوال یہ تھا کسی خاتون کا، کسی بیٹی کا کہ جنت میں بھی وہی مرد گلے پڑ جائے گا کہ جو جس کے نکاح میں فوت ہوگی، دونوں کی نجات ہوگئی تو دونوں جنت میں پھر میاں بیوی ہوں گے؟ یہاں تو مر پٹ کے ان سے وقت گزار رہے ہیں، پھر جنت میں یہی مصیبت۔

جواب:

بڑا دلچسپ (Interesting) سوال ہے۔ بہت اچھا سوال ہے کہ یہاں تو گلے پڑ گئے، والدین نے شادی کردی۔ اب ایک دینی ذمہ داری بھی ہے، ایک معاشرے کا جو بوجھ ہے وہ بھی ہے، نباہ کرنا ہے جیسے

جیسے ہو، خرچ اخراجات دیں نہ دیں، پیار کریں، نفرت کریں۔ جھڑکیں یا پیار کریں یا جس حال میں بھی ہیں گزارا کرنا ہے۔ سمجھا مر کر جان چھٹے گی اور جنت میں مر کر اللہ نے نجات دے دی۔ جنت میں گئے پھر جنت میں بھی یہی بلا گلے پڑ گئی تو کیا فائدہ! بات یہ ہے کہ جنت جنت ہے۔ ایک اصول یاد رکھیں، جنت میں وہ ہوگا جو آپ چاہیں گے شرط یہ ہے کہ دنیا میں وہ کرو جو ربّ چاہتا ہے۔ سادہ سی بات ہے کہ آپ دنیا میں وہ کریں جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ چاہتے ہیں۔ جب آپ جنت جائیں گے تو وہاں وہ کچھ ہوگا جو آپ چاہیں گے۔ جس طرح ہم دنیا میں مجبور ہو جاتے ہیں بعض چیزیں ناپسند بھی ہوتی ہیں تو کرنا پڑتی ہیں کہ شرعی حکم ہوتا ہے، جنت میں ایسا نہیں ہوگا۔ جو آپ کے دل کی آرزو ہوگی، اس کے مطابق ہوگی۔ بلکہ اس حد تک حدیث شریف میں ملتا ہے کہ ایک جنتی کسی دوسرے جنتی کو دیکھے گا، اس کا لباس دیکھے گا تو اس کے دل میں آرزو پیدا ہوگی کہ یار، بہت اچھا لباس ہے کاش! میرا بھی ایسا ہوتا۔ تو اس کی آرزو پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کا لباس ویسا ہی ہو جائے گا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ جنت میں داخلے کے وقت، اللہ کریم فرماتے ہیں کہ کسی جنتی کے دل میں کسی دوسرے جنتی کے خلاف دنیا میں کوئی رنجش رہی ہوگی، تو وہ ہم نکال دیں گے۔ جنت میں کوئی کسی سے رنجش نہیں ہوگی۔ اب اسی میاں کو اگر اللہ جنت کا حسن بھی دے دیں، مزاج بھی جنت کا دے دیں اور دل بھی جنت کا دے دے تو وہی پھر اچھا لگنا لگے گا، پسند آ جائے گا۔ آدمی کی پسند بھی تو اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ بہر حال زبردستی نہیں ہوگی۔ تو حقیقت میں جو ہوگا وہ جنہیں اللہ کریم وہاں پہنچائیں گے، وہ دیکھ سکیں گے، وہ سمجھ سکیں گے۔

سوال:

ایک تیسرا سوال بھی تھا اور یہ بڑی عجیب غلط فہمی ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ (البقرہ:286)

جواب:

اللہ کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ اب یہ ارشادِ باری ہے، احکامِ الٰہی ہے، اللہ کی طرف سے ذمہ داریاں ہیں، ان کے لیے ہے مثلاً نماز میں قیام فرض ہے۔ ایک بندہ کھڑا نہیں ہو سکتا اس کے لیے فرض نہیں ہے، وہ بیٹھ کے پڑھ لے۔ جتنا وہ کر سکتا ہے اتنا ہی اس پر بوجھ ڈالا گیا۔ ایک آدمی وضو نہیں کر سکتا۔ الرجی ہے پانی سے یا کوئی تکلیف ایسی ہے، زخم ہے، دھونے سے خراب ہو جائے گا فرمایا، تیمم کر لو یعنی اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اس کو اب لوگ لے جاتے ہیں اپنے دنیوی امور کی طرف کہ مجھ پر مفلسی آ گئی، مجھ پر بیماری آ گئی، میری برداشت سے زیادہ بوجھ ہو گیا۔ حالانکہ اللہ فرماتے ہیں کہ برداشت سے زیادہ بوجھ ہم نہیں۔۔۔ یہ جو بوجھ ہم پر دنیا کا آتا ہے، یہ اللہ نہیں ڈالتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں جو تم کرتے ہو، اس میں سے بہت سی چیزیں میں معاف کر دیتا ہوں کچھ کا بوجھ تم پر ڈالتا ہوں کہ تمہیں توبہ کی توفیق ہو شاید تم واپس آ جاؤ۔

فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ۔۔۔(الشوریٰ:30) یہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ جو دنیا کا بوجھ ہم پر پڑتا ہے، بیماری کا، مصیبت کا، تکلیف کا، دکھ کا، یہ ہمارا اپنا کیا دھرا ہوتا ہے۔ بندہ اتنے گناہ کرے جتنا بوجھ برداشت کر سکے۔ جب جرم، گناہ کی، سزا کی بات آتی ہے، آخرت کے شدید عذابوں کی بات ہوتی ہے تو پھر اللہ کریم فرماتے ہیں۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (النحل:118) یہ زیادتی لوگوں سے ہم نے نہیں کی۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (البقرہ:57) یہ اپنے آپ کے ساتھ ظلم کرتے رہے ہیں، یہ جو سزائیں بھگت رہے ہیں، یہ ہماری زیادتی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کے ساتھ یہ زیادتیاں کی ہیں تو یہ دنیوی تکلیفیں اور دکھ آتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ کی طرف سے بھی کوئی دکھ آ جاتا ہے۔ اللہ کے بندوں پر بھی مصیبتیں آتی ہیں، نیک

لوگوں پہ بھی آتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاءؑ پہ آتی ہیں، پھران لوگوں پہ جواُن سے قریب تر ہوتے ہیں، پھران لوگوں پہ جواُن سے قریب تر ہوتے ہیں۔''

یہ تکلیفیں بظاہر تکلیفیں ہوتی ہیں، حقیقت میں تکلیفیں نہیں ہوتیں۔ بعض لوگ غلطیاں کر بیٹھتے ہیں، اللہ کریم کوئی بیماری، کوئی تکلیف بھیج کر ان کے وہ گناہ مٹادیتے ہیں۔ اسے علمائے حق فرماتے ہیں کہ مومن پہ جو تکلیف آئی وہ تلافی مافات ہے۔ جواس سے نیکیاں چھوٹ گئیں ان کی تلافی ہوگئی۔ بعض اللہ کے بندے، اللہ کے مقبول، اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں، ان پر تکلیفیں آجاتی ہیں، بیماری آجاتی ہے اور کوئی پریشانی آجاتی ہے تو فرمایا، یہ جو نیکوں پر آتی ہیں، یہ ترقیٔ درجات کے لئے ہوتی ہیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ پر بھی بیماری یا تکلیفیں آگئیں۔ آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ اتنا تنگ کیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں ایذائیں پہنچائی گئیں۔ اللہ کے مقرب بندوں پر جو مصیبت یا دکھ آتا ہے، وہ ترقیٔ درجات کے لئے ہوتا ہے۔ بعض مقاماتِ قرب ایسے ہیں کہ ان کو پانے کے لیے اس تکلیف سے گزرنا ضروری ہوتا ہے، جیسے شہادت بہت اعلیٰ مقام ہے لیکن شہادت پانے کے لیے قتل تو ہونا پڑتا ہے۔ جو قتل ہوتا ہے اللہ کی راہ میں، وہ شہید ہوتا ہے۔ تو بعض دکھ اور تکلیفیں ترقیٔ درجات کے لیے ہوتی ہیں۔ ایک دن کسی ساتھی نے یہاں سوال کر دیا تھا غالباً پچھلے اجتماع کی بات ہے کہ جی! وقتِ وصال یا نزع کے وقت نبی کریم ﷺ پر بھی بہت تکلیف آئی، تو پھر عام آدمی کا کیا حال ہوگا؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تکلیف نہیں آئی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجات اس وقت بھی بلند ہو رہے تھے۔ ترقیٔ درجات ہو رہی تھی اور آپ کا ارشاد ہے، کسی نے اجازت چاہی باہر سے آواز دے کر۔

یارسول اللہ ﷺ میں اندر آسکتا ہوں؟ حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں استراحت فرما تھے۔۔۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی صاحبزادی پاس تھیں۔ اب جس نے آواز دی اس کی آواز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی سنی۔ انہوں نے پکار کر فرمایا، آپ ﷺ کی طبیعت بہت خراب ہے اور اس حال میں تم آنے کی اجازت مانگ رہے ہو۔ کون ہو تم؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیٹا! یہ تیرے باپ کا دروازہ ہے جہاں یہ رک کر اجازت مانگ رہا ہے، ورنہ یہ دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں سے اجازت نہیں مانگا کرتا۔ یہ ملک الموت ہے۔ اب یہ جس در پہ کھڑا ہو کر ملک الموت اجازت مانگ رہا ہے اندر آنے کی، اس ہستی کو تکلیف ہو رہی ہوگی؟ ہاں وہ کیفیات ترقیٔ درجات اور بلندی کے لیے وارد ہو رہی تھیں اور آخری جملہ جو آپ ﷺ نے فرمایا ملک الموت سے اور سب نے سنا، وہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔۔۔

ہاں! میں اپنے اعلیٰ ترین رفیق دوست، محبوب کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ تو ترقیٔ درجات میں جو کیفیات بعض اوقات بدن پہ آتی ہیں بظاہر وہ بھی تکلیفیں لگتی ہیں۔ مومن پہ جو بظاہر دکھ آتا ہے یا تلافیٔ مافات کے لیے ہوتا ہے یا ترقیٔ درجات کے لیے ہوتا ہے۔ غیر مومن یا بدکار پہ جو مصیبت آتی ہے، وہ از قسم عقوبات ہوتی ہے، سزا کے طور پر آتی ہے۔ جو دکھ از قسم عقوبات ہوتا ہے، وہ دل پہ بھی وارد ہوتا ہے۔ جسم کو بھی تکلیف ہوتی ہے، دل اس سے زیادہ پریشان ہوتا ہے۔ جو تلافیٔ مافات یا ترقیٔ درجات کے لیے ہوتا ہے وہ بدن پر دکھ ہوتا ہے، دل مطمئن ہوتا ہے۔ دل یادِ الٰہی میں لگا ہوتا ہے دل کو تکلیف نہیں ہوتی۔

یہ یادرہے! اللہ کریم نے کسی پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا۔ اپنے احکام کا جو بوجھ اللہ کی طرف سے ہے، جو ذمہ داریاں اللہ کریم کی طرف سے ہیں، ان میں اس نے اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جتنا بندے میں برداشت ہے۔ یہ تو ہم اس آیت کو گھسیٹ کر دنیا کی طرف لے جاتے ہیں، اس آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے۔ دنیا کے مسائل جو ہم پر بوجھ بنتے ہیں، قرآنِ کریم فرماتا ہے فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ

(شوریٰ:30) یہ تمہارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ جسے ان بوجھوں سے بچنا ہے، اسے دامانِ رسالت پناہی میں جگہ لینی ہوگی، پناہ لینی ہوگی۔ اتباعِ رسالت کو اختیار کرنا ہوگا، اللہ کی اطاعت اختیار کرنا ہوگا۔ حلال کھانا ہوگا، جائز کام کرنے ہوں گے۔ حقوق اللہ، حقوق العباد کا خیال رکھنا ہوگا۔ لوگ اپنے ساتھ خود رعایت نہیں کرتے، اتنا بوجھ لادتے چلے جاتے ہیں کہ پھر کمر ٹوٹنے لگتی ہے تو چلاتے ہیں۔ یہ جو دکھ ہوتے ہیں، یہ ہم خود خریدتے ہیں، جو سکھ ہوتے ہیں، وہ عطا کرتا ہے۔ یہ تین سوالات میرے پاس ای میل (E-mail) کے تھے، میرا خیال ہے کچھ نہ کچھ جواب ہو ہی گیا۔ یہ ایک ساتھی کا سوال ہے۔

سوال:

شیطان اور نفس مجھے وسوسہ ڈالتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟ اس کے مکر سے بچنے کے لیے راہنمائی فرمائیں۔

جواب:

بات یہ ہے کہ کوئی یہ شکوہ کرے کہ کتا بھونکتا ہے تو اس کا شکوہ کیا جائز ہے؟ کتا بھونکے گا نہیں تو کیا غزلیں پڑھے گا؟ کتا ہے، بھونکے گا ہی۔ اب کوئی یہ دعا مانگنے لگ جائے کہ کتا بھونکے نہیں تو کتا غزلیں تو نہیں پڑھے گا۔ کتا ہے، بھونکنا ہی اس کا کام ہے۔ شیطان جب سے مردود ہوا ہے۔ اللہ کے روبرو اس نے اللہ کی عظمت کی قسم کھائی کہ جب تک میں ہوں، مجھے مہلت دے دو، میں انسانوں کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ سوچنا آپ کو یہ ہے کہ شیطان اپنی بات پہ قائم ہے اور آپ نے جو وعدہ کیا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۚ ۔۔۔ (الاعراف:172) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا: یاد رکھنا، کل قیامت کو یہ نہ کہنا میں یہ بات بھول گیا۔ شیطان نے جو وعدہ کیا، وہ اس پر قائم ہے، آپ نے جو وعدہ کیا کیا آپ اس پر قائم ہیں؟

آپ نے بھی تو قطعی وعدہ کیا تھا! اور اس آیت کریمہ کو دیکھا جائے تو اکثر کتابوں میں اکثر مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ انسانی ارواح کو جمع کیا گیا۔ نہیں! مشاہدہ جو اللہ کریم اس آیت کریمہ کا عطا فرماتے ہیں، اس میں دیکھا جائے تو انسان بمعہ جسم اور روح موجود تھے۔ قیامت تک آنے والے تمام انسان، آدم علیہ السلام سے لے کر آخری بندے تک، بحیثیت انسان موجود تھے۔ ان کے اجسام بھی تھے اور ارواح بھی تھیں اور اللہ کریم نے وعدہ لیا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ (الاعراف: 172) دیکھو! کیا میں تمہارا پروردگار، خالق، مالک، رازق نہیں ہوں؟ سب نے کہا بَلٰى ۚ ۔۔۔ (الاعراف:172) بے شک تو ہی ہے۔ فرمایا: یاد رکھنا اس عہد پر قائم رہنا۔ یہ نہ ہو کہ فردائے قیامت ہو اور یہ کہو کہ جی، میں تو بھول گیا تھا۔ ہمارے باپ دادا درمیان میں نہیں ہیں۔ پوچھنے والا ربّ العالمین ہے، بتاتے تم خود ہو۔ بیٹے! یہ دیکھو کہ شیطان نے جو اللہ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں گمراہ کروں گا، وہ اس پر قائم ہے۔ آپ نے جو روبرو وعدہ کیا تھا وہ آپ کو یاد ہے؟ آپ اس پہ قائم ہیں؟ تو پھر شیطان کی غلطی تو نہیں۔ کتا ہے، کتا بھونکے گا۔ نفس جو ہے، یہ مادی ہے، نفس اس کی بات زیادہ سنے گا۔ کیا آپ کے ہاں نفس کے مقابلے میں روح میں بھی حیات ہے؟ اگر نفس سے روح کی صحت زیادہ بہتر ہو، تو زیادہ طاقتور روح ہوگی۔ پھر تو نفس روح کے تابع ہو جائے گا۔ شیطان کی نہیں سنے گا، اور شیطان بھی بھاگے گا۔ آپ نے روح کو نہ پہچانا، نہ اس کی غذا کا اہتمام کیا، نہ اس کی دوا کا اہتمام کیا تو آپ شیطان اور نفس سے بھلائی کے وعظ کی اُمید رکھتے ہیں، یہ تو فضول ہے۔ آپ اپنا اندازہ کریں، اسّی فیصد (80%) مدار، انسانی کردار کا غذا پر ہے يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ (المومنون:51)۔۔۔ اے انبیاءؑ کے مقدس گروہ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ۔۔۔ پاکیزہ کھاؤ صرف حلال نہیں، حلال ہو اور طیب ہو، پاکیزہ ہو، ایک چیز حلال کما کے لاتے ہیں اس میں کوئی ناپاک قطرہ نہ مل جائے۔

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ (المومنون:51)۔۔۔ حلال، پاکیزہ کھاؤ۔

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ (المومنون: 51)۔۔۔اور نیک کام کرو۔ گویا کردار کی بنیاد رزق حلال پر ہے اور اس شعبے کے علماء فرماتے ہیں کہ اسی فیصد (80%) مدار غذا پر ہے کردار کا۔ 15 فیصد والدین کی تربیت ہوتی ہے اور 5 فیصد معاشرے سے بندہ سیکھتا ہے۔ تو جب (80%) فیصد خراب ہو تو 15 اور 5 فیصد کیا کریں گے اس میں۔ اپنے رزق کا خیال کریں۔ حلال کھائیں، طیب اور پاکیزہ کھائیں، جائز کھائیں۔ اللہ کے فرائض باقاعدگی سے ادا کریں۔ عبادات بھی آسان ہیں، جو ہمیں مشکل لگتی ہیں۔ کیا ہے؟ اپنا ہاتھ منہ دھویا، سجدے کر دیے۔ معاملات مشکل ہو جاتے ہیں۔ لین دین کرنا، کاروبار کرنا۔ اپنے حقوق کا تحفظ، لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا، یہ مشکل ہو جاتا ہے۔ زندگی کو دین کے مطابق ڈھال لیں تو اللہ کریم کا وعدہ ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر: 42) جو میرے بندے ہو جائیں گے، ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے گا۔ یہ نہیں فرمایا اللہ نے کہ میں تمہیں ان کے دل میں وسوسہ ڈالنے سے روک دوں گا، بلکہ فرمایا کہ تُو زور لگا لے، تیرا ان پر بس نہیں چلے گا۔ تو پھر بھئی! اپنے آپ کو "عبادی" کے دائرے میں لے آؤ، حفاظت الٰہیہ حاصل ہو جائے گی۔ اگر ہم اپنے آپ کو اس دائرے میں نہیں لا سکتے تو پھر قرآن کریم نے فرمایا: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۔ (البقرہ: 208)۔۔۔سارے کے سارے اسلام کے اندر آجاؤ۔ بہت مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی سر اندر کر لیتا ہے، دیوار سے اندر کر لیتا ہے، کسی روزن سے اندر کر لیتا ہے، اور باہر کھڑا ہے تو باہر جو بلائیں، بھیڑیے آئیں گے کیا اس کا باقی جسم نوچیں گے نہیں؟ یہ کہہ کر چھوڑ دیں گے کہ اس کا سر قلعے میں ہے؟ تو اللہ کریم نے فرمایا: سارے کے سارے اندر آجاؤ۔ تو بھئی! شیطان اور نفس، آپ اسلام کے قلعے کے باہر ہوں گے تو بھونکیں گے آپ پر، آپ اندر آجائیں۔ باہر نامراد رہ جائیں گے۔

سوال:

کچھ صوفیاء سے ترکِ نکاح کا صدور ہوا۔ اس پر بعض شدت پسند لوگ ان پر ترکِ سنت کا فتویٰ لگاتے ہیں اور ایسی سنت جس کے بارے ارشاد ہے النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔

جواب:

بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی یہ حدیث پاک ہے: اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔۔۔ کہ نکاح میری سنت میں سے ہے اور جو میری سنت سے بے زاری کرے گا، لا پرواہی کرے گا، وہ ہم میں سے نہیں۔ لیکن قرآن نے جو فرمایا وہ یہ ہے کہ نکاح کی استعداد بھی شرط ہے۔ قرآنِ کریم نے وہ شرائط بیان کر کے فرمایا ہے کہ اگر یہ شرائط پوری نہیں کر سکتے تو پھر صبر کرو۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو نکاح کرنے کی استعداد نہیں رکھتا۔ بعض کو کوئی رشتہ نہیں دیتا، بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ اپنی گزر نہیں ہو رہی شادی کروں تو کیا کروں، بے شمار وجوہات ہوتی ہیں۔ تو اگر کسی وجہ سے کوئی شادی نہیں کر سکتا تو حضور ﷺ نے بھی علاج تجویز فرمایا ہے کہ اگر پریشانی ہو تو مسلسل روزے رکھا کرو، اس سے نفس کی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔ تو مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ۔۔۔ کا فتویٰ لگانا آسان نہیں کہ آپ اگلے کے حالات سے کما حقہ واقف نہیں ہوتے، یہ فیصلہ اللہ کریم ہی کریں گے۔ اب کسی میں نکاح کی استعداد ہی نہیں۔ بعض لوگ نکاح کے قابل ہی نہیں ہوتے۔ اب مجھے اور آپ کو کیا پتا؟ اور بعض لوگ نکاح کے قابل نہیں ہوتے اور والدین ان کے نکاح کر دیتے ہیں۔ پھر بیویاں روتی چلاتی پھرتی ہیں، عدالتوں میں جاتی ہیں، طلاقیں ہوتی ہیں۔ تو ہر ایک بندے کا اپنا حال ہے۔ جو کر سکتا ہے اور نہ کرے تو یہ غلط ہے، خلافِ سنت ہے۔ رشتہ بھی ملتا ہو، کرنے کی استعداد بھی ہو، کر سکتا ہو، پھر نہ کرے کہ میں نیک اور پارسا ہوں، یہ نیکی نہیں ہے۔ خلافِ سنت کوئی نیکی نہیں ہے۔

خلاف پیمبر کسے را گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

آپ کی سنت کے خلاف جو راستہ پکڑے گا وہ منزل پہ نہیں پہنچے گا۔لیکن یہ فتویٰ لگانا ممکن نہیں، آسان نہیں ہے۔آپ کو کیا پتا کس کے کیا حالات ہیں؟ بعض حضرات ایسے صوفیاء کو زیادہ باکمال اور زاہد سمجھتے ہیں جو نکاح نہیں کرتے، یہ تو کمزوری ہے کمال کہاں سے ہے۔ اتباعِ رسالت سارے کمالات کی بنیاد ہے۔ہمیں اتباع کرنا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف قرآن میں آئی ہے اور ارشادِ باری ہے:

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (آلِ عمران: 39)۔۔۔ وہ سردار تھے اور انہوں نے ساری زندگی تجرد کی گزاری، نکاح نہیں کیا۔یہ تاریخ میں آیا ہے۔

وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ (آلِ عمران: 39)۔۔۔ اور اللہ کے نیک بندے اور انبیاءؑ میں سے تھے۔لیکن ہم حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اتباع کے مکلف نہیں ہیں۔ہم مکلف ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے اتباع کے، آپ ﷺ نے نکاح کئے بھی اور نکاح کرنے کی ترغیب بھی دی۔فرمایا: استطاعت شرط ہے، جو کر سکتا ہو اور نہ کرے کہ میں نکاح نہ کر کے نیکی کروں گا تو یہ نیکی نہیں ہے، یہ خلافِ سنت ہے۔پھر وہی بات کہ آپ کو کسی کے حالات کا کیا پتا کہ آپ فتویٰ صادر کریں کہ جی! اس نے خلافِ سنت کیا یا آپ فتویٰ صادر کریں کہ اس نے نکاح نہیں کیا تو یہ بہت پارسا ہے۔نکاح نہ کرنے والے بعض ڈاکو بھی ہیں۔نکاح نہ کرنے والے کافر بھی ہیں۔شادی نہ کرنے والے ایسے بھی ہیں جو کافر ہیں، انہوں نے شادیاں نہیں کی۔تو یہ کوئی معیار نہیں ہے۔ باکمال صوفیاء میں سے،صوفی کا کمال کیا ہے؟ عالم کا، استاد کا کمال کیا ہے؟ اس کے علم نے لوگوں کو کتنا فائدہ پہنچایا، کتنے لوگوں نے اس سے سیکھ کر شریعت پر عمل کیا؟ اگر اس سے فائدہ محلے کو پہنچا، اور بات ہے۔شہر کو پہنچا، اور بات ہے، ملک کو پہنچا ایک اور بات ہے، دنیا کو پہنچا ایک اور بات ہے۔کیسے کیسے علماء گزرے ہیں ہمارے ملک میں کہ روئے زمین پر ان کے شاگرد دین کی خدمت کر رہے ہیں۔اسی طرح صوفی کا فائدہ یہ ہے کہ کتنے لوگوں کو اس نے اللہ کی راہ پہ لگایا۔کتنے لوگ اس کی صحبت میں نیک ہو گئے۔ان کی زندگیاں بدل گئیں، دو، چار، پانچ، دس، محلے کے لوگ، شہر کے لوگ، ملک کے لوگ یا پوری دنیا میں کسی نے انقلاب پیدا کر دیا۔ تو کمال اللہ کی صفت ہے۔ بندے کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت میں کتنا آگے چلا گیا۔بندگی اس کا کمال ہے۔عاجزی اس کا کمال ہے عالمِ ظاہر ہو یا عالمِ باطن ہو،صوفی صاحبِ حال ہو تو اس کا کمال یہ ہے کہ اس سے کتنی مخلوق کو فائدہ پہنچا، کتنوں کی زندگی میں انقلاب آیا، کتنے لوگوں نے نیکی اختیار کی۔ باقی رہا اس کے اعمال، آپ کو پتہ ہے نہ مجھے۔اللہ جانے اور وہ بندہ جانے۔خود بندے کو اپنے اعمال یاد نہیں جتنے بارگاہِ الوہیت میں یقینی طور پر موجود ہیں۔تو یہ کوئی معیار پرکھ کا نہیں ہے۔کچھ علماء نے ایسے لوگوں کو معذور قرار دیا مثلاً نکاح کے لوازمات نہیں یا حقوق العباد کی ادائیگی کا ڈر ہے یا تعلق مع اللہ میں خلل کا ڈر۔ یہ تعلق مع اللہ میں شادی سے خلل کیسے ہوتا ہے؟ شادی سے ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہ تو ایک بات ہے۔لیکن شادی کرنا اتباعِ رسالت ہے۔اتباعِ رسالت سے تعلق مع اللہ بڑھتا ہے، کم نہیں ہوتا۔ تعلق مع اللہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے ہی ملتا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آلِ عمران: 31)۔۔۔ اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میرا اتباع کر لو اللہ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ اتباعِ رسالت میں تعلق مع اللہ کے نقصان کا ڈر کیسا! اس میں تعلق مع اللہ کے کمزور ہونے کا کوئی خطرہ نہیں۔اس میں مصیبت یہ ہے کہ صوفیوں کے بارے جو لوگ لکھتے رہے ہیں یا آج بھی لکھ رہے ہیں وہ خود صوفی نہیں ہیں۔انہیں تصوف کی ابجد کا بھی پتا نہیں۔ اس کی خامیاں، خوبیاں نہیں جانتے۔ لکھتے رہتے ہیں خواہ مخواہ، تو یہ فضول بات ہے۔تعلق مع اللہ میں خلل نہیں ہوتا۔تعلق مع اللہ اور مضبوط ہوتا ہے بشرطیکہ ان کی ذمہ داریاں پوری کی جائیں۔

سوال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ ایسی بیوہ خاتون جس کے بچے چھوٹے ہوں، ان کی تربیت کی وجہ سے نکاح ثانی نہیں کرتی۔ اس کے رخسار اندر دھنس جاتے ہیں۔ قیامت کے دن وہ اور میں ایسے ہوں گے جیسی یہ دو انگلیاں۔ براہِ کرم راہنمائی فرمائیں۔

جواب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ان کے بارے ہے جیسے بعض خواتین کی مجبوری بن جاتی ہے۔ چھوٹے بچے ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ نکاح کیا تو ان کی زندگیاں برباد ہو جائیں گی۔ ان کی تربیت نہیں ہو سکے گی۔ پھر وہ نکاح نہیں کرتیں، بچوں کو پالتی ہیں۔ کوئی وسائل نہیں تو ان پہ گزارہ کرتی ہیں۔ بعض اوقات انہیں خود محنت کر کے کمانا پڑتا ہے۔ بعض ماؤں نے لوگوں کے کپڑے دھو کر، برتن دھو کر، گھروں کے کام کر کے، بچوں کو پالا ہے۔ تو ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنی معیت کی نوید فرمائی ہے کہ ایسے لوگ میرے بہت قریب ہوں گے جس طرح یہ دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ تو آپؐ کے قریب ہونے سے مراد اللہ کی بے پناہ رحمت کو پانا اور درجات کو پانا ہے۔ آپ دنیا میں بھی دیکھ لیں۔ ایک جوان عورت، بیوہ ہو جاتی ہے، دو چار بچے ہیں۔ باقی زندگی ان کو پالنے پہ اور ان کو نیک بنانے پہ اور ان کو دین سکھانے پہ صرف کر دیتی ہے۔ تو ظاہر ہے اللہ پاک اس کو درجات اور اس کا اجر تو عطا فرمائیں گے۔ تو اس حدیث کا مفہوم یہی ہے۔ اب یہ اس لئے نہیں ہے کہ ترکِ نکاح کی فضیلت ہے۔ ترکِ نکاح اس نے اتباعِ رسالت میں نہیں کیا۔ بچوں والی خواتین سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور ان کے بچے پالے۔ نکاح کا کوئی سبب بن نہیں سکا۔ شرعاً اس کا نکاح ہو نہیں سکا۔ بچوں کی تربیت کا ڈر تھا یا جو بھی کوئی سبب ایسا کوئی مانع تھا کہ اگر نکاح کروں گی تو بچے پالے نہیں جا سکیں گے یا خوار ہو جائیں گے یا کوئی ایسا بندہ نہیں ہے جو بچوں کو پالے اور میری ذمہ داری بھی لے۔ تو نکاح ہو نہیں سکا اور اس نے محنت مزدوری کر کے، حلال کما کے بچوں کی تربیت کی، بچوں کو اللہ کا بندہ بنایا۔ بچوں کو دین سکھایا۔ یہ ساری شرائط ساتھ ہیں تو اسے بہت زیادہ اجر ملے گا۔ جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس طرح میرے ساتھ ہو گی۔ یہ ایک مثال ہے کہ اسے میرا اقرب نصیب ہو گا، بہت زیادہ انعامات ملیں گے، بہت زیادہ اجر ملے گا۔ لیکن وہ اجر بھی ترکِ سنت پہ نہیں ہے۔ وہ اجر بھی اس بات پہ ہے کہ نکاح تو ہو نہ سکا کسی جائز وسیلے سے یا کوئی بندہ نہ ملا جو بچوں کی تربیت کرتا تو اس نے پھر محنت کی، مجاہدہ کیا، نفس کا مقابلہ کیا، اتباعِ شریعت میں رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، بچے پالے، انہیں نیک بنایا۔ انہیں اچھا مسلمان بنایا تو اللہ اس کو اس کا بے پناہ اجر عطا فرمائیں گے۔

سوال:

سلسلۂ عالیہ میں لطائف کرتے وقت ضربیں پوری قوت سے لگانے کا حکم ہے۔ اس کی ابتداء جاننا چاہتے ہیں۔ خواجہ محمد نقشبند بخاریؒ سے آ رہا ہے یا مشائخ کرام سلسلہ عالیہ میں سے کسی ہستی نے جاری فرمایا، یا اعلیٰ حضرتؒ نے اجتہاد فرمایا؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم ایسے نالائق تھے، ایسے بدھو تھے کہ شیخ کا دامن پکڑا اور جو اس نے کہہ دیا ہم کرتے رہے۔ ساری زندگی پوچھا ہی نہیں کہ کیوں فرما رہے ہیں اور اپنے ساتھ کسی کو میں نے یہ سوال کرتے نہیں دیکھا۔ شاید ہم کچھ زیادہ ہی کمزور لوگ تھے۔ مراقبہ احدیت پر اب بھی وہی تسبیح آپ پڑھتے ہیں۔ اُس وقت بھی یہی پڑھی جاتی تھی۔ فَاِذَا اللهُ مُنَزَّهٌ بے چون وچگون وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (البقرہ:163) وحدہٗ لاشریک لک یا اللہ۔۔۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب سلسلۂ عالیہ میں آئے، ادبی آدمی تھے، علمی آدمی تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ساری کتابیں انہوں نے ترتیب دیں اور طبع کرائیں، چھپوائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسودہ لکھ کے دے دیتے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا پڑھنا آسان نہیں ہوتا تھا۔ اتنا وہ ایک تو تنگ تنگ لکھتے تھے، ایک ٹیڑھا میڑھا لکھتے تھے۔ بڑی عجیب سی

تحریر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہوتی تھی۔ پھر آپ کا مزاج مبارک یہ تھا کہ پورا صفحہ ڈائیری پہ لکھ رہے ہیں، وہ صفحہ بھر گیا۔ اسے الٹا کر کے جو کونا کھدرا بچ گیا اس میں بھی لکھ دیں گے۔ تو حافظ صاحب کو ملکہ ہو گیا تھا تحریر پڑھنے کا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب علمی نکتہ ہے کہ بعض بہت فاضل لوگ جو ہوتے ہیں، بہت اعلیٰ علمی لوگ جب وہ لکھتے ہیں تو ان کی لکھائی پڑھی نہیں جاتی۔ برطانیہ میں ایک اخبار کا سربراہ یا انچارج جو تھا بہت مانا ہوا فاضل تھا اپنے شعبے کا، صحافت کا۔ جب وہ لکھتا تھا تو پڑھنا دشوار ہو جاتا تھا۔ اس نے ایک ٹائپسٹ (Typist) جو رکھا ہوا تھا وہ پڑھ تو لیتا بعض اوقات غلطیاں کر جاتا۔ بعض لفظ اس سے بھی نہ پڑھے جاتے تو آخر ایک دن کوئی اس کی غلطی پکڑی گئی تو اس نے اسے نوکری سے نکالنے کے لیے تحریر لکھ دی۔ اس میں دو تین پیرا گراف لکھ دیے کہ تم نے فلاں غلطی کی، فلاں غلطی کی، فلاں غلطی کی، تم نے مجھے یہ تنگ کیا، وہ تنگ کیا۔ میں تمہیں نوکری سے برخاست کرتا ہوں۔ وہ چلا گیا، نوکری چھوڑ گیا۔ دوسرا معروف اخبار تھا جس میں تنخواہیں اس اخبار سے زیادہ تھیں۔ اس کے ایڈیٹر کے پاس جا کے اس نے وہی چٹھی دی کہ یہ مجھے فلاں بندے نے دی ہے، آپ مجھے نوکری دیں۔ چٹھی میں سارے اس کے گناہ لکھے ہوئے تھے اور لکھا ہوا تھا کہ میں نے تمہیں نوکری سے نکال دیا۔ اس ایڈیٹر سے پڑھی تو گئی نہیں، اس نے اسے بہت اچھی نوکری دے دی کہ اتنے بڑے بندے نے سفارش کی ہے۔ اب جس نے اسے نکالا تھا، اس نے نیا آدمی رکھا، تو وہ سارا کام ہی غلط کرتا تھا۔ وہ بڑا پچھتایا کہ وہ کچھ تو پڑھ لیتا تھا۔ اس کو واپس بلایا، اس نے کہا کہ جی اب میں تو نہیں آؤں گا۔ آپ کی سفارش سے مجھے اچھی نوکری مل گئی ہے۔ تو یہ ہوتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پڑھنا، میرے پاس اب بھی جو تحریریں ہیں تو پڑھنے کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے، آسان نہیں ہے۔ حافظ صاحب پڑھ لیا کرتے تھے اور ساری کتابیں جو حضرت رحمۃ اللہ نے چھپوائیں، حافظ صاحب کی نظر سے گزریں، اور بھی ان کا علم وسیع ہوا۔ تو یہ جو تسبیح تھی۔ اس پہ پہلی بنیاد پہ ہی حافظ صاحب کو یہ سمجھ آئی۔ انہوں نے یہ سمجھا، فیض اللہ، اللہ کا فیض۔ میں نے یہ سمجھا فَاذَااللہ جیسا کہ اللہ مُنَزَّہٗ بے چون وچگوں، جیسا کہ اللہ پاک ہے، بے چون وچگوں ہے، کوئی تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ حافظ صاحب کہتے تھے اللہ کا فیض پاک ہے۔ اس کو کوئی تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ میں نے کہا جی نہیں۔ اب میں اپنے پہ قائم تھا۔ وہ اپنے پہ قائم تھے۔ تو مجھے کہنے لگے کہ چلو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ آؤ۔ میں نے کہا کتابیں اور تحریریں ساری آپ پڑھتے ہیں کتابیں آپ چھاپتے ہیں، اس جملے کی تصحیح کرانے میں جاؤں؟ آپ کیوں نہیں جاتے؟

ہمارے چوبیس (24) پچیس (25) سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اکٹھے گزرے۔ نہ حافظ صاحب کو جرأت ہوئی کہ وہ پوچھتے نہ مجھے ہوئی۔ اگر کوئی فیض اللہ سمجھتا ہے تو معنی اس کا بھی درست ہے۔ فاذ اللہ سمجھتا ہے تو معنی اس کا بھی درست ہے۔ ہمیں جرأت نہیں ہوئی کہ پوچھ لیں کہ حضرت جی یہ اصل لفظ کیا ہے؟ میرے خیال میں ہم بہت کمزور لوگ تھے، ناکارہ قسم کے، اب لوگوں میں جرأت آ گئی ہے۔ دلیر ہو گئے ہیں۔ سادہ سی بات ہے کہ آپ ایک برتن صاف کر رہے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی ٹاکی ہے، کوئی برش ہے، زور سے لگائیں گے، جلدی صاف ہو جائے گا۔ بیٹھے کھیلتے رہیں گے تو وقت شاید زیادہ لگ جائے گا، سادہ سی بات ہے۔ کوئی ضروری نہیں ہے، آپ زور نہ لگائیں۔ آپ سانس بھی تیز نہ لیں، بیٹھے آرام سے کرتے رہیں، لیکن جہاں دن لگنا ہے وہاں سال لگے گا۔ یہ عام سی بات ہے ناں! انسانی سمجھ کی بات ہے۔ آپ کاسۂ دل صاف کر رہے ہیں، اللہ اللہ کی ضربیں لگا رہے ہیں، زور سے لگائیں گے تو جلدی چمک جائے گا۔ آرام آرام سے کرتے رہیں گے تو وقت لگ جائے گا۔ جو میں نے سمجھا، وہ تو یہ ہے۔ جو ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ خواجہ نقشبند ؒ نہیں، تبع تابعین کے بعد، جب سے لوگوں نے اللہ اللہ کرنا شروع کی ہے، تب سے ضربیں لگا رہے ہیں۔

بیان 31 مئی 2015ء

گذشتہ سے پیوستہ

ایمان اور اعمالِ صالحہ کا انجام

سورۃ العنکبوت آیات 9 تا 13

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ہم سے یہ بھی نہیں ہوسکا۔ دعویٰ اسلام بھی ہے، مسلمان بھی ہیں، مکہ مکرمہ بھاگ کر ہو بھی آتے ہیں۔کیا ہوگا مکہ مکرمہ جانے سے؟ کیا مکہ مکرمہ میں کفار اور مشرکین نہیں تھے؟ کیا مکہ مکرمہ والوں نے حضور ﷺ کو ایذائیں نہیں دیں؟ کیا مکہ مکرمہ والوں نے مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا؟ صرف مکہ میں رہنا کوئی کمال نہیں ہے، کمال تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سنت کے مطابق ڈھل جائے۔ فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔۔۔ بہت لوگ زبانی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے لیکن جب مشکل آتی ہے تو اس سے اتنا ڈرتے ہیں جتنا عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے۔ ڈرنا تو عذابِ الٰہی سے چاہیے کہ آپ کافر کی مشابہت کر کے عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں، اور کافر کی سختی سے ڈر رہے ہیں۔ کیا عجیب بے وقوفی ہے کہ کافر کی سختی سے ڈر کر اللہ ربّ العالمین کے عذاب کا راستہ اپنالیا جائے۔ یہ کون سی بچت ہے؟ وَلَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكَ۔۔۔ اور اگر اللہ کی طرف سے مسلمانوں کی کوئی مدد آجائے، مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہو تو پھر کہتے ہیں۔ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمۡ ؕ۔۔۔ بھئی! ہم بھی تو آپ کے ساتھ تھے، ہم بھی تو کلمہ گو ہیں یعنی جہاں مسلمان غالب آجائیں وہاں یہ مسلمان بن جاتے ہیں، جہاں کفر غالب آجائے وہاں اس کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

اَوَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِىۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰ ۔۔۔ کیا اللہ ان باتوں کو نہیں جانتے جو لوگوں کے دلوں میں ہیں؟ لوگوں کو، انسانوں کو تو تم دھوکہ دے سکتے ہو لیکن اللہ تمہارے ظاہری کردار سے تمہارا معاملہ نہیں کرتے۔ وہ تو تمہارے دل میں بھی جو کچھ ہے وہ جانتے ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ کس درجے کا ایمان ہے، کیا کردار ہے؟ اللہ کریم اس سے واقف ہیں۔

وَلَيَـعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَيَـعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ۝۱۱ ۔۔۔ اللہ کریم ان لوگوں کے حال سے بھی واقف ہیں جو پکے پکے ایماندار ہیں، جو صحیح عقیدہ اور اللہ پر یقین اور اللہ کی عظمت پر ایمان رکھتے ہیں اور منافقین کو بھی اللہ جانتا ہے۔ منافقین انہی لوگوں کو کہا گیا ہے کہ جو دنیوی سہولتوں کے لیے کافر معاشرے کو یا کافر تہذیب کو اپنا لیتے ہیں کہ اس سے دنیا کا فائدہ ہوگا۔ کافروں کے تو بڑے حربے ہوتے ہیں لیکن ہمارے مسلمانوں میں بھی ایک عجیب بات در آئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کافر معاشرہ بڑا خوشحال ہے، جاپان نے بڑی ترقی کی، جرمنی نے اپنے آپ کو جنگ عظیم کے بعد بڑی جلدی تعمیر کرلیا، امریکہ میں بڑی سہولتیں ہیں، یورپ میں بے پناہ آسائشیں ہیں، چین نے بڑی ترقی کرلی۔ ٹھیک ہے، لیکن اگر تجزیہ کیا جائے، تاریخی حقائق کو دیکھا جائے تو جب اسلام کا ظہور ہوا، چھٹی ساتویں صدی عیسوی میں، تو مغرب کا کیا حال تھا؟ امریکہ وغیرہ کو مؤرخ دو دفعہ وحشی لکھتے تھے، وحشی وحشی مغرب، The Wild Wild West۔ یورپین اقوام کو اس عہد کا مؤرخ The cave man لکھتا ہے، غاروں میں رہنے والے لوگ۔ انہیں مکان بنانے کا شعور نہیں تھا۔ اسی طرح یہ دیگر اقوام، انسان،

انسانوں کو مار کر کھاتے تھے۔ ہر طاقتور غریب کو لوٹ لیتا تھا۔ یہ برصغیر میں زندہ عورتوں کو جلا دیا جاتا تھا، بچوں کو بتوں کے سامنے ذبح کیا جاتا تھا۔ کیا تھا انسانوں کے پاس؟ اسلام نے وہ روشنی دی، اسلام نے دنیا کے بھی وہ طریقے سلیقے جن سے دنیا میں آرام سے رہا جا سکتا ہے۔ جب لوگوں نے سکھائے ایمان قبول کیا اور دنیا میں اسلام پھیلا تو کفار نے یہ اندازہ لگایا کہ اس میں کچھ تو ہے جو ہر بندہ مسلمان ہوتا جا رہا ہے۔ اتنی تیزی سے یہ پھیلا ہے کہ اعلانِ نبوت کے ربع صدی بعد تک روئے زمین پر اسلام کا ڈنکا بجنے لگ گیا۔ بیس پچیس سالوں میں روئے زمین پر انقلاب آگیا، تو انہوں نے عقیدہ تو نہیں اپنایا لیکن وہ اعمال چنے کہ یہ کرتے کیا ہیں۔ معلوم ہوا کہ کاروبار میں دیانتداری کرتے ہیں اس لیے انہیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ آج دیکھ لو، جاپان ہو یا چین، امریکہ ہو یا یورپ، وہ کاروبار میں دیانتداری کرتے ہیں۔ خوشحال ہیں کہ وہ دو نمبر چیزیں نہیں بیچتے، کوالٹی پر بھی چیک ہے quantity پر بھی چیک ہے۔ آپ یورپ میں ایک جوتا خریدتے ہیں، گھر آ کر کھولتے ہیں، اگر اس میں کہیں کوئی نقص ہے یا کہیں کوئی لائن لگی ہوئی ہے یا کوئی معمولی سی کمی ہے، آپ دکاندار کو فون کرتے ہیں، جوتے میں تو یہ نقص ہے، وہ کہتا ہے: جی! میرا بندہ آ رہا ہے، دوسرا جوتا لا رہا ہے، یہ واپس لے آئیں گے۔ یہاں وطن عزیز میں چیز خریدتے ہیں، وہ رسید دیتے ہیں، اس کو الٹ کر دیکھیں تو لکھا ہوا ہوگا "خریدا ہوا مال واپس نہ ہوگا"۔ تو عملاً اسلام کے اس طریقے کو کس نے اپنایا ہوا ہے؟ غیر مسلم اقوام نے۔ انہوں نے اپنے تمام امور میں کوشش کی کہ اسلام کو اپنایا جائے۔ اب جہاں جہاں، انہوں نے اسلام چھوڑا ہے، جیسے مرد عورت کے جنسی تعلقات میں انہوں نے کہا کہ جی اسلام کی پرواہ نہیں ہے، اب رو رہے ہیں، اب اس دلدل سے نکل نہیں سکتے۔ شراب عام ہوگئی اس پر کوئی پابندی نہیں ہے، ہندوستان سے لے کر امریکہ تک اب اس مصیبت میں رو رہے ہیں کہ اس سے کس طرح جان چھوٹے۔ جہاں جہاں انہوں نے بھی اسلام کی خلاف ورزی کی ہے وہاں وہ بھی اتنے ہی BACK WARD ہیں، اتنے ہی رسوا ہیں۔

یہ کون سی مسلمانی ہے کہ ہم ان کو دیکھ کر کام کریں۔ ہم کیوں نہ قرآن سے راستہ تلاش کریں، کیوں نہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت اپنائیں۔ یاد رکھیں! ہر عمل کے دو نتیجے ہوتے ہیں، ایک فوراً جو اس دنیا میں ملتا ہے اور ایک وہ جو آخرت میں ملتا ہے۔ یہ جو فوری نتیجہ ہے اس کے لیے مومن یا کافر کی قید نہیں۔ دھوپ میں کھڑا ہے، گرمی لگے گی، سائے میں چلا جائے گا تو گرمی سے بچ جائے گا، تو اس میں کافر یا مومن کی شرط نہیں ہے۔ کافر ہے یا مومن، گرمی لگے گی سائے میں جائے گا، بچ جائے گا، پیاس لگی ہے ٹھنڈا پانی پئے گا، سکون ملے گا۔ کافر ہے یا مومن یعنی جو دنیوی نتیجہ ہے وہ ہر ایک کو ویسا ہی ملتا ہے۔ کافر بھی اگر کاروبار میں دیانت کرے گا، باتوں میں سچا ہوگا، عدالتوں میں انصاف کرے گا تو اس کے جو دنیوی فوائد ہیں وہ کافروں کو بھی ملیں گے۔ مومن اگر کرے گا تو اسے دنیا میں بھی، آخرت میں بھی، دونوں فائدے اسے ملیں گے۔ ہم بجائے کافر معاشرے کی پیروی کرنے کے سیدھا بارگاہِ رسالت ﷺ سے کیوں نہ پوچھ کر چلیں کہ دنیا میں بھی نعمتیں ملیں اور آخرت کی کامیابی بھی ملے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۔۔۔ فرمایا پہلے تو یہ کمزور ایمان لوگ ہیں، وہ کافروں کی کر و فر دیکھ کر ان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ مختلف ترغیبیں دیتے ہیں، تمہیں پیسے دیں گے، تمہیں یہ کر دیں گے، تمہیں فوج دے دیں گے، تمہیں ہتھیار دیں گے، تمہاری حفاظت کریں گے، تم سے دوستی کریں گے، یہ سارے حربے وہ آزماتے ہیں۔ لیکن اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو ان حربوں میں قابو نہ آئیں تو پھر کہتے ہیں، تم کیوں ڈرتے ہو آخرت سے، تمہارے گناہ ہم اپنے ذمے لے لیں گے، تم ہمارے ساتھ آؤ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا ۔۔۔

وہ ایمان والوں سے کہتے ہیں ہمارا راستہ اختیار کرو۔ وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۔۔۔ تمہارے گناہوں کے ہم ذمہ دار ہیں، تمہارے گناہ ہم اپنے سر لے لیں گے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔۔۔ وہ دوسروں کے بوجھ کو ذرہ برابر بھی نہیں اٹھاسکیں گے، اس لیے اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔۔۔ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، یہ دوسرے کا بوجھ کیسے اٹھائیں گے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۔۔۔ ان پر تو بے پناہ بوجھ اپنے پہلے گناہوں کا اور کفر کا، پھر اور گناہوں کا اور جرائم کا ہوگا اور اس کے ساتھ کفر کو پھیلانے کی کوشش کرنے کا جو بوجھ ہے وہ الگ ہوگا۔ یہ کب کسی کا بوجھ اٹھائیں گے؟ ان سے تو اپنا نہیں سنبھالا جائے گا۔ ایک تو کفر کا اور کافرانہ کردار کا بوجھ ہوگا، پھر جو کفر کو پھیلانے کے لیے، مسلمانوں کو بہکانے کے لئے کوششیں کر رہے ہیں اس کا بوجھ الگ ہوگا۔ کفر کو پھیلانا بھی کفر ہے، جس طرح دین کو پھیلانا دین کا اعلیٰ ترین کام ہے۔ دین پر عمل کرنا بہت اچھا، الحمدللہ! لیکن خود عمل کرنا اور دوسروں تک پھیلانا تو کتنا اس کا اجر Multiply ہوگا، کتنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح کفر اختیار کرنا ایک بات ہے اور اس کفر کو پھیلانے کی کوششیں کرنا، اس سے بہت زیادہ بوجھ اس کفر کا بڑھ جاتا ہے۔ فرمایا، ان پر کفر کا بوجھ بھی ہے، کفر کو پھیلانے کا بوجھ بھی ہے، پھر یہ کسی دوسرے کا بوجھ کہاں اٹھائیں گے۔ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔۔۔ اور یہ خود اپنی جوابدہی میں جکڑے ہوئے ہوں گے، تمہارا بوجھ کہاں اٹھائیں گے۔ روزِ حشر کو تو جو یہ افتراء کرتے تھے، کفر کو پھیلانے کی کوشش کرتے تھے، کفر کی جوابدہی کے ساتھ اس کی جوابدہی بھی دینا پڑے گی۔ خود چھوٹیں گے تو کسی کا کچھ کرسکیں گے، ان کا تو اپنا بوجھ اتنا ہوگا کہ فرصت نہیں مل سکے گی۔ فرمایا، یہ کوئی آج پہلی بار نہیں ہے کہ ذراسی سختی آئے تو تم سمجھتے ہو کہ تم مرگئے اور تمہاری چیخیں نکل جاتی ہیں، اللہ کے بندوں کی تاریخ پڑھو۔

بقیہ صفحہ نمبر 50 سے آگے

میزبان ملک نور ربانی کھر بھی اس روح پرور بیان سے نم آنکھیں لیے بہت متاثر نظر آرہے تھے۔ بیان کے بعد کھر صاحب کی طرف سے تعمیر کرائی ہوئی مسجد اور مدرسہ کے 2 حافظِ قرآن بچوں کے حفظ مکمل کرنے پر ناظمِ اعلیٰ صاحب نے دستار بندی کی۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوجانے پر تمام مجمع نے نماز ادا کی۔ حسبِ روایت بعد ازاں ملک نور ربانی کھر صاحب نے اپنے ہاتھ سے خیرات تقسیم کی، یوں یہ یادگار اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ ناظمِ اعلیٰ ملک عبدالقدیر اعوان صاحب نے ڈیرہ ڈویژن سے آئے ہوئے تمام ساتھیوں سے اختتامی ملاقات کے بعد ان کو رخصت کیا۔

شام کو رضا ربانی کھر صاحب نے جناب ناظمِ اعلیٰ صاحب کو اپنے زرعی فارموں کی سیر کرائی۔ رات کے کھانے کے بعد کھر صاحب کے اہلِ خانہ اور عزیزوں کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ صاحب کی نشست ہوئی۔ اور تمام اہلِ خانہ نے بھائی جان کے ساتھ ذکر کی سعادت حاصل کی۔ اگلی صبح تمام معاملات سے فارغ ہونے کے بعد ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ و تنظیم الاخوان نے کھر صاحب اور ان کے اہلِ خانہ کے ساتھ ناشتہ تناول کیا۔ صبح تقریباً 10:00 بجے ہم دارالعرفان منارہ کیلئے روانہ ہوئے، براستہ رنگ پور اٹھارہ ہزاری سے ہوتے ہوئے شام 5:00 بجے خوشاب پہنچے، جہاں بھائی جان عبدالقدیر اعوان کی کچھ سیاسی لوگوں سے ملاقات تھی۔ جن میں خوشاب کے تمام متعلقہ سیاسی لوگ شامل تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد خوشاب سے روانہ ہوئے۔ محمد علی بخاری اور عبدالقیوم اپنی گاڑی پر دارالعرفان منارہ چھوڑنے کیلئے ہمارے ساتھ تھے۔ ناظمِ اعلیٰ صاحب کو دارالعرفان پہنچانے کے بعد واپسی کی اجازت لی تو دِل اداس بھی تھا اور یہ قیمتی لمحات میسر آنے پر خوش بھی تھا، یہ وہ دن تھے جن کیلئے راقم الحروف سارا سال بیقراری سے انتظار کرتا رہا۔ یہ لمحات بڑے مختصر محسوس ہورہے تھے۔ یوں محسوس ہورہا تھا۔

میں پھول چنتا رہا اور مجھے خبر نہ ہوئی
وہ شخص آ کے میرے شہر سے چلا بھی گیا

دعا گوہوں کہ ایسے لمحات ہمیں پھر سے میسر آئیں اور ان کا دورانیہ بھائی جان ملک عبدالقدیر اعوان کی معیت میں طویل تر ہو۔ (آمین)

خواتین کا صفحہ

حضرت فریعہ بنتِ مالک رضی اللہ عنہا

قبیلہ:

حضرت فریعہؓ ایک جلیل القدر خاتون صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ میں جب اسلام کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اسلام قبول کیا۔ ان کا تعلق قبیلے خدرۃ سے ہے، مشہور صحابی ابوسعید خدریؓ جو مجتہد اور فقیہہ ہیں ان کے حقیقی بھائی ہیں۔

نسب نامہ:

فریعہ بنتِ مالک بن سنان خدریہ انصاریہ خزرجیہ اور ان کی والدہ ماجدہ انیسہ بنتِ ابی حارثہ انصاریہ نجاریہ ہیں۔

قتادہؓ بن نعمان صحابیٔ رسول ﷺ ان کے ماں شریک بھائی ہیں۔ فریعہؓ اسلام اور بیعت دونوں سے سرفراز ہوئیں۔

مجاہد خاندان:

حضرت فریعہؓ کے خاندان اور والد ماجد نے غزوۂ احد میں خوب شرکت کی۔ مالکؓ اُن کے والد، بھائی ابوسعید خدریؓ اور ماں شریک بھائی قتادہ بن نعمانؓ، یہ سب حضرات جہاد کے لیے نکلے۔

جنگ کے وقت حضرت مالکؓ نے اپنے بیٹے ابوسعیدؓ کو بارگاہِ رسالت میں پیش کیا کہ حضور ﷺ جنگ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائیں تو حضور ﷺ نے ان کی جانب نگاہ اُٹھا کر دیکھا، اس وقت ان کی عمر تیرہ برس تھی۔ حضور ﷺ نے کم عمری کا اندازہ لگایا اور والد کو فرمایا "اس کو واپس لوٹا دو۔" آخر والد نے مجبوراً بیٹے کو واپس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے کچھ اور چھوٹی عمر کے بچوں کو بھی واپس فرمایا تھا۔

والد کی شہادت:

حضرت فریعہؓ کے والد مالکؓ دورانِ جنگ آزمائش میں گرفتار ہوئے لیکن بہترین کردار ادا کیا۔ خصوصاً اس وقت جب مسلمان پسپا ہونے لگے اور حضور ﷺ کا رخِ اقدس زخمی ہوگیا تھا اور چہرے مبارک سے خون بہہ رہا تھا تو حضرت مالکؓ تیزی سے آگے بڑھے اور رخسار مبارک سے پاک خون کو پی لیا۔

(الطبقات، ج: 8، ص: 366، تہذیب التہذیب، ج: 12، ص: 445)

اس کے بعد جنگ کی شدت میں گھس گئے اور اس وقت تک قتال کیا کہ خود شہادت سے سرخرو ہوگئے، تو حضور ﷺ نے ان کی جنت کی ضمانت ان الفاظ میں دی۔

"جس کو جنتی شخص کو دیکھنا مقصود ہو وہ ان کی طرف دیکھ لے۔"

حضورِ اقدس ﷺ کا معجزہ:

حضرت قتادہؓ جو حضرت فریعہؓ کے ماں شریک بھائی تھے بھی ایک عمدہ آزمائش سے دوچار ہوئے۔ یہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو اس وقت حضور ﷺ کے گرد وپیش تھے جب کفار کی یلغار بہت سخت اور گھیرا حضورِ اکرم ﷺ کے گرد تنگ تھا، پروانہ وار لڑتے ہوئے ان کی ایک آنکھ شہید ہوگئی اور ابل کر باہر کو آ گئی جس کو حضور پُرنور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے واپس اپنی جگہ پہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ

دوسری آنکھ سے بھی زیادہ حسین اور عمدہ ہوگئی۔

(الاستیعاب، ج: 4،ص: 90 ، نیز دیکھئے تہذیب الاسماء واللغات۔ سیر اعلام النبلاء)

اسی آنکھ کے بارے میں حضرت قتادہؓ کے ایک بیٹے نے فخر کرتے ہوئے کہا:

أنا ابن الذی سالت علی الخد عینه

فیا حسن ما عین ویا حسن مارد

ترجمہ: "میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ اس کے رخسار پر بہہ پڑی تھی، واہ! کیسا حسین وہ (نبی ﷺ کا) اس کو لوٹانا ہے۔"

(کتاب عہد نبوت کی برگزیدہ خواتین، از احمد خلیل جمعہ)

مالکؓ بن سنان کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو ان کی بیٹی حضرت فریعہؓ اور اہلیہ نے اللہ کریم سے ثواب کی آس میں صبرِ جمیل کا مظاہرہ کیا اور بہترین بدلہ حاصل کیا۔

فاقہ مستی اور درسِ صبر:

امام بیہقیؒ اپنی سند ابوسعید خُدریؓ جو حضرت فریعہؓ کے حقیقی بھائی تھے سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ ہم کو ایسی بھوک لاحق ہوئی کہ زمانۂ جاہلیت اور اسلام میں کبھی ایسی صورتِ حال پیش نہ آئی تھی۔ آخر میری بہن فریعہؓ نے مجھے کہا رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اپنے لیے کچھ طلب کرو۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ سے سوال کرنے والا کبھی ناکام نہیں لوٹتا کیونکہ حضور ﷺ کے پاس جو کچھ ہوتا ہے دے دیتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کے پاس کچھ ہوا تو ضرور عنایت فرمادیں گے اور اگر نہ ہوا تو (قوم سے) فرمادیں گے اپنے بھائی کی مدد کرو اور میں اس کو ناپسند نہیں کرتی۔"

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں، اسی مقصد سے جب مسجدِ نبوی ﷺ کے قریب پہنچا اور میرے اور حضور ﷺ کے درمیان کوئی چیز دیوار وغیرہ حائل نہ رہی تو اوّل بات جو میں نے آپ ﷺ کی تقریر کی سنی وہ یہ تھی کہ "جو اللہ سے پاکدامنی طلب کرے تو وہ اس کو عفیف اور پاکدامن بنا دیتے ہیں اور جو شخص (لوگوں سے سوال کرنے سے) بے پرواہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (دوسروں سے) بے پرواہ کردیتے ہیں۔"

میں یہ سُن کر خود کو مخاطب ہوا، تیری ماں تجھ کو گم کرے اے سعد! (ابوسعید ان کی کنیت تھی اور وہ اس سے زیادہ مشہور تھے) اللہ کی قسم! اس تقریر سے تمہیں ہی سمجھانا مقصود تھا اور کچھ نہیں، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا جب سے میں نے حضور ﷺ سے سنا اس کے بعد آئندہ کبھی (اللہ کے سوا) کسی سے دستِ سوال دراز نہ کروں گا۔

تو میں پھر بیٹھ کر تقریر سننے لگا، جب حضور ﷺ نے تقریر ختم کی تو میں واپس ہوا اور فریعہؓ اپنے قلعہ کے دروازے تک کبھی آرہی تھی کبھی جارہی تھی، بے چینی طاری تھی کیونکہ بھوک وفاقہ مسلسل برداشت کررہی تھی۔ تو جب میں زبیر کی زمین تک پہنچا تو فریعہ نے دیکھا کہ میرے ساتھ کچھ نہیں ہے۔ جب میں آگے پہنچا تو فریعہ نے پوچھا "کیا ہوا تجھ کو جبکہ اللہ کی قسم آپ ﷺ سے مانگنے والا کبھی ناکام نہیں رہتا۔" تو میں نے سارا ماجرا بیان کرڈالا اور حضور ﷺ سے جو سنا تھا وہ بتادیا۔

فریعہ نے پوچھا "اس کے بعد آپؓ نے سوال کیا؟"

میں کہا "نہیں" فریعہؓ نے کہا "آپؓ نے بہت اچھا کیا۔"

جب کل کا دن آیا تو خدا کی قسم میں نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا تو قلعہ کے نیچے ایک یہودی سے مجھے چند درہم ملے اور میں نے اس سے کچھ کھانے کو خریدا۔ پھر اللہ کی قسم! حضور ﷺ آئندہ ہمیشہ ہمارے ساتھ احسان کا معاملہ کرتے رہے۔"

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ج:6،ص:1_90)

بیعتِ رضوان میں حصہ:

اپنے سعادت مند قبیلے کے ساتھ حضرت فریعہؓ نے اپنے دونوں بھائیوں قتادہؓ اور ابوسعیدؓ کے ہمراہ حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کے موقع

پہ بیعت کی اور ان لوگوں میں شامل ہوگئیں جو اس وقت روئے زمین میں سب سے بہتر لوگ تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی، اللہ عزوجل کی جانب سے ان کو بھلائی پہنچ گئی اور وہ رضائے الٰہی و رسول ﷺ میں کامیاب ہوگئے اور اس فرمانِ الٰہی میں شامل ہوگئے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ (سورۃ الفتح: 18)

"البتہ اللہ راضی ہوچکے ہیں مومنین سے جب وہ آپ ﷺ کی بیعت کررہے تھے درخت کے نیچے تو اللہ نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا۔"

حضرت فریعہؓ کی اس بیعت میں حاضری کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں "فریعہؓ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بیعتِ رضوان میں شامل تھیں۔"

(تہذیب الاسماء واللغات، ج:2،ص:354)

شوہر کی وفات اور عدت میں ماخذ و مرجع:

سنن میں حضرت زینب بنتِ کعب بن عجرہ سے روایت ہے، وہ فریعہ سے روایت کرتی ہیں کہ: (شوہر کی وفات کے بعد) وہ حضور ﷺ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ وہ یہ سوال کرنے آئی ہیں کہ واپس اپنے گھر جو قبیلہ خدرہ میں ہے جاسکتی ہیں کیونکہ ان کے شوہر کے چند غلام بھاگ گئے تھے، جب وہ ان کی تلاش میں نکلے اور قریب پہنچے تو انہوں نے ان کو قتل کردیا۔ اب ان کے شوہر ان کے لئے کوئی گھر چھوڑ کر نہیں گئے جو ان کی ذاتی ملکیت ہو اور نہ ہی میرے لئے کچھ خرچ وغیرہ چھوڑ کر گئے ہیں، تو کیا میں اپنے گھر واپس جاسکتی ہوں؟"

تو حضور ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں"۔

حضرت فریعہؓ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے نکل کر اپنے گھر گئی تو پھر مجھے حضور ﷺ کی طرف سے بلاوا آیا اور آپؐ نے دوبارہ پوچھا "کیا کہا تھا؟" میں نے شوہر والا سارا قصہ دوبارہ خدمت میں عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "اپنے شوہر کے گھر میں ٹھہری رہو جب تک کہ وقتِ مقررہ آن پہنچے۔"

(اس سے اشارہ تھا کہ قرآن میں جو اس خاتون کے لیے عدت مقرر ہے جس کا شوہر وفات پا جائے تو وہ اپنے ہی گھر میں چار مہینے دس دن پورے کرے) لہٰذا میں نے چار مہینے اور دس دن اپنے ہی گھر میں مکمل کئے۔

(ابوداؤد، ص:2300، ترمذی، ص:1204، نسائی، ص:199، ابنِ ماجہ، ص:2031، نیز دیکھئے مؤطا امام مالک؛ مسند احمد)

حضرت عثمانؓ کا حضرت فریعہؓ سے استفسار:

جب تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے دربارِ خلافت میں عدت سے متعلق ایک مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے حضرت فریعہؓ سے پچھوایا۔ حضرت فریعہؓ فرماتی ہیں کہ "حضرت عثمانؓ نے مجھے پیغام بھیجا اور یہ مسئلہ دریافت فرمایا تو میں نے یہی اطلاع دی، لہٰذا انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیا" (کہ یہ مدت عورت اپنے شوہر کے گھر میں ہی پوری کرے)۔"

اور یہ حدیث علماء و محدثین کے لئے ماخذ و مرجع ہے اور حضرت فریعہؓ کی برکت سے یہ مسئلہ حل ہوا جس سے قیامت تک ان کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔

مرویات:

حضرت فریعہؓ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جہاد کے متعلق ان کی احادیث مروی ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عدت کے مسئلہ کے علاوہ آٹھ اور احادیث روایت کی ہیں جو سنن کی کتابوں میں موجود ہیں۔

وفات:

حضرت فریعہؓ کا حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک زندہ رہنا تو ثابت ہوا لیکن ان کی وفات کے متعین وقت کے بارے میں کچھ خاص معلومات فراہم نہ ہوسکیں۔

بچوں کا صفحہ

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت صہیب رومیؓ اُن خوش قسمت ہستیوں میں سے ہیں جنہیں صحابیٔ رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت صہیب رومیؓ کے والد کا تعلق قبیلہ بنونمیر اور والدہ کا تعلق قبیلہ بنوتمیم سے تھا۔ آپؓ کے والد سنان بن مالک نمیری بصرہ سے ذرا آگے ایک قدیم شہر اُبلہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ انہیں شاہ ایران کی طرف سے ملا۔ انہیں اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیارا اپنے پانچ سالہ بیٹے صہیبؓ سے تھا۔

حضرت صہیبؓ بہت خوبصورت، سرخ سنہری بالوں والے بے حد ذہین بچے تھے۔ آپؓ طبعاً بہت خوش مزاج اور خوش وخرم رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ کی والدہ خدام اور حفاظتی دستے کے ساتھ بچوں سمیت سیر و سیاحت کے لئے عراق کے ایک نہایت خوبصورت مقام ثنی گئیں۔ وہاں پہنچنے کے چند ہی روز بعد رومی لشکر نے وہاں حملہ کیا اور بے حد قتل وغارت کی۔ اسی قتل وغارت میں ان کے تمام حفاظتی دستے کو بھی قتل کر دیا، تمام مال ومتاع چھین لیا اور بچوں کو قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔ ان قیدیوں میں حضرت صہیبؓ بھی تھے۔ روم لے جا کر لشکریوں نے حضرت صہیبؓ کو منڈی میں بیچ دیا۔ جوان ہونے تک حضرت صہیبؓ کئی دفعہ بکے۔ اس دوران آپؓ کو رومی معاشرے کو بے حد قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ آپؓ نے دیکھا کہ وہاں کمزور اور ناتواں لوگوں پر اس قدر شدید ظلم وستم ڈھائے جاتے تھے کہ آپؓ کو رومی معاشرے سے شدید نفرت ہوگئی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں دل میں سوچا کرتا کہ اس معاشرے کو کوئی ہولناک طوفان ہی پاک کر سکتا ہے۔

آپؓ نے ایک غلام کی حیثیت سے روم میں پرورش پائی۔ اگرچہ آپؓ عربی زبان تقریباً بھول چکے تھے لیکن فرماتے ہیں کہ یہ احساس ہمیشہ قائم رہا کہ میں عربی النسل ہوں اور صحرائی باشندہ ہوں۔ اپنی قوم سے جا ملنے کا احساس ہمیشہ زندہ رہا اور اس میں کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی کمی نہیں آئی۔ ایک دفعہ ایک نصرانی نجومی آپؓ کے آقا سے باتیں کر رہا تھا۔ آپؓ بھی پاس ہی موجود تھے۔ آپؓ نے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ جلد ہی جزیرہ عرب کے شہر مکہ میں ایک نبیؐ کا ظہور ہوگا، یہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی نبوت کی تصدیق کریں گے اور لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف لائیں گے۔ آپؓ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آنے والے نبی ﷺ سے ملنے کا شوق روز بروز بڑھنے لگا۔ رومی معاشرے کی خرافات، جہالت اور ظلم وستم سے آپؓ کو شدید نفرت تو ہو ہی چکی تھی، ایک دن آپؓ کو موقع مل گیا، پاؤں اور بازوؤں سے بندھی زنجیریں کھول کر وہاں سے نکلے اور آخر مکہ معظمہ پہنچ کر دم لیا۔ آپؓ نے یہیں مستقل رہائش اختیار فرمائی اور چند لوگوں کے ساتھ مل کر کاروبار شروع کیا۔ جلد ہی آپؓ کو کاروبار میں خوب منافع ہونے لگا اور آپؓ کا شمار مکہ معظمہ کے امیر لوگوں میں ہونے لگا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر اگرچہ آپؓ نے عربی زبان سیکھ لی تھی، لیکن زبان میں وہ روانی نہ آسکی جو وہاں کے رہنے والے باشندوں کی زبان میں تھی۔ پھر آپؓ کے بال بھی سنہری تھے جس کی وجہ سے لوگ آپؓ کو صہیب رومیؓ کے نام سے پکارنے لگے۔

ایک دفعہ حضرت صہیب رومیؓ اپنے ایک تجارتی قافلے سے واپس تشریف لائے تو آپؓ کو پتہ چلا کہ حضرت محمد ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ آپؓ نے بتانے والے سے پوچھا کہ کیا یہ وہی ہستیٔ مبارک ہیں جنہیں لوگ پہلے ہی سے صادق اور امین کے نام سے پکارتے ہیں۔ آپؓ کو جواب ہاں میں ملا۔ آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کی رہائش گاہ کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ صفا کے پاس دارِ ارقم میں رہائش فرما ہیں۔ حضرت صہیبؓ فوراً نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہونا چاہتے تھے لیکن بتانے والے نے مشورہ دیا کہ اس وقت قریش اُنؐ کے خلاف ہیں اور اُن پر ایمان لانے والوں پر بے حد ظلم وستم

کر رہے ہیں۔ چونکہ آپؓ یہاں غریب الوطن ہیں اور آپؓ کا یہاں کوئی خاندان بھی نہیں ہے تو بہت ممکن ہے کہ قریش آپؓ پر بھی ظلم ڈھائیں اس لئے ذرا احتیاط سے کام لیں۔ حضرت صہیبؓ اس وقت تو رک گئے لیکن رات ہوتے ہی دارارقم کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو دروازے ہی پر حضرت عمارؓ بن یاسر کو کھڑے پایا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ حضرت صہیبؓ رومی نے فرمایا کہ دارِ ارقم میں اس ہستیٔ مبارک سے ملنا چاہتا ہوں جنہوں نے نبوّت کا اعلان فرمایا ہے۔ میں اپنے کانوں سے وہ پیغام سننا چاہتا ہوں۔ حضرت عمارؓ بن یاسر نے فرمایا کہ میں بھی اسی ارادے سے آیا ہوں۔ اس کے بعد دونوں حضراتؓ بارگاہِ عالی میں حاضر ہوئے، حضورِ اکرم ﷺ کے ارشادات مبارک سنے اور اپنے دلوں کو روشن کیا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی، کلمہ طیبہ پڑھا اور اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرلی۔ جب دونوں حضراتؓ دارارقم سے باہر تشریف لائے تو آپؓ کے سینے نورِ ایمان سے روشن ہو چکے تھے اور اس نورِ ایمانی نے آپؓ دونوں حضرات کی دنیا روشن کردی تھی۔ اس کے بعد اگرچہ حضرت صہیب رومیؓ نے باقی صحابۂ کرامؓ کے ہمراہ کفار کے ہاتھوں بے شمار مظالم برداشت کیے لیکن ان تمام مظالم کے باوجود ان مبارک ہستیوں کا ایمان مزید مضبوط ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نجات کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نبیٔ اکرم ﷺ کے اتباع میں ہی ہے۔

جب نبی اکرم ﷺ کو ہجرت فرمانے کا حکم ہوا تو حضرت صہیبؓ نے بھی ہجرت کا پکا ارادہ فرمالیا۔ کفار کو آپؓ کے ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے جاسوس مقرر کردیئے کہ آپؓ مکہ معظمہ سے باہر نہ جاسکیں۔ کفار کا خیال تھا کہ چونکہ آپؓ کے پاس جو مال و دولت ہے وہ مکہ آکر اکٹھا ہوا ہے تو یہ مکہ سے باہر نہ جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے ہجرت فرمانے کے بعد آپؓ کا دل بے حد بے چین رہتا کہ کس طرح موقع ملے اور آپؓ بھی ہجرت کرسکیں۔ آپؓ پر مقرر جاسوس ہر وقت آپؓ پر نظر رکھتے تھے اور آپؓ بھی اس بات کو خوب جانتے تھے۔ آخر آپؓ کو ایک ترکیب سوجھی۔ سردیوں کی ایک رات آپؓ قضائے حاجت کے بہانے گھر سے نکلے اور پھر گھر میں واپس داخل ہو گئے۔ یہ عمل آپؓ نے بار بار دھرایا۔ آپؓ کی اس حالت کو دیکھ کر جاسوسی پر مامور کفار کہنے لگے کہ لات و عزیٰ نے آج اسے پیٹ کی تکلیف میں مبتلا کردیا ہے۔ حضرت صہیبؓ کی یہ حالت دیکھ کر وہ لوگ آرام سے اپنے بستروں میں گھس کر سو گئے۔ حضرت صہیبؓ آرام سے اپنے گھر سے نکلے اور مدینہ منورہ کا رخ فرمایا۔

حضرت صہیبؓ کو اپنا مبارک سفر شروع کیے ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ آپؓ کی نگرانی پر مامور کفار میں سے ایک جاگ اٹھا۔ جب اُسے یہ احساس ہوا کہ آپؓ گھر میں موجود نہیں ہیں تو اس نے باقی ساتھیوں کو بھی جگایا اور یہ سب لوگ حضرت صہیبؓ کے تعاقب میں اپنے تیز رو گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل پڑے۔ کچھ ہی دیر میں انہوں نے حضرت صہیبؓ کو دیکھ لیا۔ حضرت صہیبؓ گھوڑوں کی ٹاپ سن کر ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے۔ ترکش سے اپنا تیر اور کمان نکالا اور پکار کر نہایت دلیری سے کفار کو مخاطب فرمایا، اے قریش! تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر تیر انداز ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ اللہ کی قسم تم مجھ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں تمہارے اتنے آدمی قتل نہ کردوں جتنے تیر میری ترکش میں موجود ہیں۔ تیر ختم ہو گئے تو میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنیں اڑانا شروع کردوں گا، اور یہ میں تب تک کرتا رہوں گا جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے۔ آپؓ کی اتنی دلیرانہ اور جرأت مندانہ بات سن کر وہ لوگ وہیں رک گئے اور اُن میں سے ایک بولا کہ ''لات اور عزیٰ کی قسم ہم تم کو یہاں سے نہیں جانے دیں گے۔ جب تم یہاں آئے تو مفلس اور قلاش تھے، لیکن کچھ ہی عرصہ میں دولتمند ہو گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں سے حاصل کردہ مال و دولت کو تم اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔'' آپؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر میں اپنا سارا مال تمہارے سپرد کردوں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! اگر تم اپنا سارا مال ہمارے حوالے کر دو تو ہم تمہارا راستہ نہیں روکیں گے۔ آپؓ نے کفار کو بتایا کہ میرے گھر کے فلاں کونے میں تمام مال و زر دفن ہے وہاں سے جا کر نکال لو۔ یہ سن کر وہ سب کفار واپس لوٹ گئے کیونکہ اُن کو یہ یقین تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرنے والے جھوٹ نہیں بولتے۔ اس کے بعد آپؓ اطمینان کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔

تمام راستے (یہ چند دن کا سفر تھا) آپؓ کو اپنے مال و دولت کے جانے کا کوئی غم نہ تھا، یہ صرف شدید محبت اور شوق تھا جو آپؓ کو مدینہ

منورہ کی طرف لیے چلا جا رہا تھا۔ فرماتے کہ راستے میں تھکاوٹ محسوس ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شدید شوق دل میں موجزن ہوجاتا اور اس کے ساتھ ہی توانائی لوٹ آتی اور میں پھر سے چاک وچوبند ہوجاتا اور پھر سے تازہ دم ہوکر منزل کی طرف چل پڑتا۔ جب آپؓ وادیٔ قبا پہنچے تو آپؓ کو پتا چلا کہ حضور اکرم ﷺ یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت صہیبؓ سیدھا خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے، حضورِ اکرم ﷺ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، "ابویحییٰ سودا نفع بخش رہا۔ سودا بہت مفید رہا۔" حضور اکرم ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سن کر حضرت صہیبؓ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! مجھ سے پہلے تو آپ ﷺ کے پاس کوئی نہیں آیا۔ یقیناً یہ خبر آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام نے دی ہوگی۔"

بلاشبہ یہ سودا نفع بخش رہا۔ وحیٔ الٰہی نے اس کی تصدیق فرمادی، حضرت جبرائیلؑ یہ آیت مبارکہ لے کر نازل ہوئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (سورۃ البقرہ: 207)

ترجمہ: "انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔"

صقارہ سائنس کالج دارلعرفان منارہ ضلع چکوال

ضرورت سٹاف / داخلہ طلباء شروع

لوئر مڈل سے ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج دارلعرفان منارہ ضلع چکوال کے قدیم تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے جو کہ 1987 سے تحصیل کلر کہار میں بطور پرائیویٹ سکول اعلیٰ تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ سکول ہذا کو مندرجہ ذیل سٹاف کی خدمت درکار ہے۔

اسامی	تعلیمی قابلیت و تجربہ	
سائنس ٹیچرز	ریاضی، فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، کمپیوٹر سائنس	متعلقہ مضمون میں ایم ایس سی / ایم اے / بی ایڈ اور تجربہ کار قابل ترجیح
آرٹس ٹیچرز	اردو، اسلامیات، انگریزی، مطالعہ پاکستان	

طلباء، ٹیچرز / سٹاف کے لیے ہاسٹل کی سہولت۔

پرکشش تنخواہ

خواہشمند حضرات اپنی درخواستیں بمعہ فریش فوٹو تعلیمی اسناد بذریعہ ای میل درجہ ذیل پتے پر ارسال کریں۔

نوٹ: انٹرویو کے لیے شارٹ لسٹ امیدواروں کو بلایا جائے گا۔

Siqarahedu@gmail.com
Ph: 0543-562222

صقارہ سائنس کالج دارلعرفان منارہ ضلع چکوال

تفسیر قرآن حکیم ''اکرم التفاسیر'' پر ایک قاریہ کے تاثرات

عائشہ عرفان، لاہور

بیہقی نے واقعہ معراج کے ضمن میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے انبیاءؑ اور اُن کی اُمتوں پر کئے جانے والے انعامات کا تذکرہ پیش کیا اور جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ہونے والے بے شمار انعامات و نوازشات ارشاد فرمائیں۔ اُن میں سے ایک عطا یہ بھی ہوئی کہ فرمایا، ''تمہاری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کیے جن کے سینے میں ان کی کتاب رکھی۔''

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

یہ پڑھ کر لامحالہ میری نگاہ میں ایک ایسی ہستی آ گئی جس کے سینے میں اللہ کریم کی بارگاہ سے فہم قرآن کی نعمت انڈیل دی گئی تھی۔ علم لدنی کا بیش بہا خزانہ پانے والے شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی ہیں جنہیں اُن کے شیخ کامل حضرت اللہ یار خانؒ کی ربع صدی کی محبت اور تربیت نے ایسا تراشا کہ آپ مدظلہ العالی کا سینہ حاملِ کتاب ہونے کا شرف پا گیا۔ اس نور سے معمور سینے نے حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کی زندگی کے ہر لمحے کا احاطہ کر لیا اور نصف صدی گواہ ہے کہ آپ مسلسل قرآن بیان فرما رہے ہیں۔ آپ کی تحریر یا تقریر مفاہیمِ قرآن ہی بیان نہیں کرتیں بلکہ ہر آیت میں سمایا ہوا نور بھی بانٹتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کلام میں متکلم کی ذات کا پرتو ہوتا ہے، اثر ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم اللہ کا ذاتی کلام ہے اور آپ ﷺ کے لب ہائے مبارک سے ادا ہونے والے بعینہٖ الفاظ ہیں۔ اب ان میں کتنا نور او تجلیات ہوں گی! اس میں کتنی لذت ہوگی! پھر جب اُسے کوئی ایسی ہستی بیان کرے جس کے سینے میں بھی نور کا سیل رواں ہو، جو برکاتِ نبوت ﷺ کا بھی امین ہو اور اللہ کریم کی طرف سے فہم قرآن کے خصوصی علم سے بھی نوازا گیا ہو تو پھر ایسی تفسیر کو ایک ہی نام دیا جا سکتا ہے ''اکرم التفاسیر''۔ صدیوں کے بعد ایک انمول، بیانیہ تفسیر اُمت کے لیے اللہ کی خاص نعمت اور عطا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے بعد یہ غالباً پہلی بیانیہ تفسیر ہے۔

''اکرم التفاسیر'' کو مرادِ قرآن کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ ہر اس بات کو اجاگر کرتی ہے جو مقصدِ نزولِ قرآن ہے۔ انسان کے مقصدِ تخلیق، معرفتِ الٰہی کی بات کرتی ہے۔ اللہ کی توحید، اس کی عظمت اور صفات سے آشنائی اور عظمتِ نبوت و رسالت اور ان کے تقاضوں پر سیر حاصل گفتگو کرتی ہے۔ انسانیت کو عطا ہونے والے شرف اور اس کے تقاضوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ انسانی قلب کی حقیقت اور عظمت، اس کی صحت اور بیماریوں کی علامات، اس کی غذا اور دوا اور اس کے اطمینان کا حتمی اور کامل نسخہ عطا فرماتی ہے۔ مومنین پر اللہ کریم کے احسانِ عظیم یعنی بعثتِ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی عظمت، وسعت اور اہمیت کو بار بار دہراتی ہے تا کہ اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنا نصیب رہے۔ یہ تفسیر صرف ظاہری احکام ہی نہیں پہنچاتی بلکہ اُن کی حقیقت ارشاد فرما دیتی ہے، مثلاً شکر کی حقیقت اطاعتِ الٰہی کو قرار دیتی ہے محض زبانی تکرار کو نہیں۔ ایسے ہی یہ مایۂ ناز تفسیر شرک کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اللہ کی صفتِ ربوبیت کو اس خوبصورتی سے پیش کرتی ہے کہ سننے اور پڑھنے والے کے لئے غیر اللہ سے تمام اُمیدیں منقطع کرنا آسان ہی نہیں

بلکہ اس کا مزاج بن جاتا ہے۔ یہ اللہ کی عظمت، اس کی قدرتِ کاملہ اور اس کی رحمت سے ایسے پردے اٹھاتی ہے کہ انسان کو اللہ کے روبرو کر دیتی ہے۔ اس کا اندازِ تخاطب کچھ ایسا دلربا ہے کہ ہر آیت، ہر بشارت اور انداز سننے والے کو یہ احساس عطا کرتا ہے کہ خطاب اسی سے ہو رہا ہے۔ یہ دل سے نکلی ہوئی ایسی باتیں ہیں جو مخاطب کے دل میں سیدھی اتر جاتی ہیں اور جو بات دل میں اتر جائے، درحقیقت وہی علم ہوتا ہے۔

''اکرم التفاسیر'' اس مُراد قرآنی پر پوری اُترتی ہے کہ ہر طرف سے کاٹ کر دین کو خالص اللہ کے لیے کر لیا جائے۔ خلوص کی اہمیت اور قیمت کو بار بار دہراتی ہے اور اس کے سرچشمے یعنی قلب انسانی کو زیرِ بحث لاتی ہے۔

اکرم التفاسیر قرآن کو ذکر کے درجے میں روشناس کراتی ہے۔ چونکہ قرآن کا مخاطب ہی قلب ہے لہٰذا اس میں ارشاد کردہ نسخہ کیمیا ذکر قلبی کی اہمیت و افادیت اور اس کا واجب ہونا بار بار دہراتی ہے۔ آج اُمت نے خود کو صرف اعمالِ ظاہری تک محدود کر لیا ہے، تعلیمات کا اہتمام تو کر لیا جاتا ہے لیکن قلبی کیفیات سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ ذکرِ قلبی ہی وہ گمشدہ کڑی ہے جس نے ایمان اور عمل کو الگ الگ کر دیا ہے۔ ''اکرم التفاسیر'' اس گمشدہ خزانے کو ایک بار پھر اُمت کے روبرو کر رہی ہے۔ ذکرِ قلبی کی حقیقت بیان کرنے کی توفیق اور سعادت اللہ کریم نے حضرت شیخ المکرم مدظلہٗ العالی کو عطا کی ہے تاکہ انسان کا وجود ہی نہیں بلکہ اس کا دل بارگاہِ الٰہی میں اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جائے۔ یہ تفسیر دلوں کو ایسی تحریک دیتی ہے کہ انسان حقیقت پسند ہو جاتا ہے۔ اگر اسے ''بت شکن'' کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا کہ ہم اپنے زعمِ باطل میں نجانے کیسے کیسے بت تراش لیتے ہیں، یہاں تک کہ ہماری عبادت بھی ہمارے دل میں پارسائی کا بت کھڑا کر دیتی ہے۔ رسومات اور بدعات تو پہلے ہی ناسور تھے، ہماری عبادتیں بھی رسماً ادا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس تفسیر کا کمال ہے کہ یہ دل کے صنم کدے کو ہر بت سے پاک کرنے میں معاونت کرتی ہے۔ یہ فیصلہ کن، حتمی بات کر دیتی ہے کہ اے ذراتِ خاکی سے نشو و نما پانے والے! تُو ہر لحہ اپنے ربّ کا محتاج ہے۔ یہ عقل پہ نازاں ہونے دیتی ہے نہ تدبیر پہ، خاندانی وقار کا اسیر ہونے دیتی ہے نہ حسن و کمال کا، بلکہ یہ سب کچھ بارگاہِ الٰہی میں ڈھیر کرا دیتی ہے۔ یہ عزت اور ذلت کے معیار کھول کھول کر ارشاد فرماتی ہے۔ اس تفسیر کا حاصل ہی مقامِ بندگی ہے۔ بلاشبہ یہ اس کا نہایت درخشندہ پہلو ہے۔

''اکرم التفاسیر'' ایک ایسی راہبر ہے کہ نگاہ کو زمانوں کی قید سے آزاد کر دیتی ہے اور زمین پر بسر کرتے ہوئے ہمیں آخرت میں بسا دیتی ہے۔ اس کا اندازِ بیان کچھ ایسا نرالا ہے کہ گذشتہ اُمتوں کی بات سناتی ہی نہیں بلکہ اُس زمانے کو روبرو کر دیتی ہے۔ دل دیکھ لیتا ہے کہ یہ منظر کشی درحقیقت ایک سبق ہے۔ یہ سمجھا دیتی ہے کہ دیکھو، پہلی قوموں نے اپنے نبیؑ کی نافرمانی کس کس انداز سے کی اور اس کے نتیجے میں کہاں پہنچے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ تم اپنی وفا کو خالص کر لو، اپنے محبوب رسول ﷺ کا دامن تھامے رکھو، یوں بروقت اصلاح کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔

یہ کلام دلوں کو تحریک دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں کردار و افکار نکھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ''اکرم التفاسیر'' ایک ایسا ہیرا ہے جس کے بیشمار روشن پہلو ہیں۔ اس کی شان یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کے تمام پہلوؤں کو واضح کر دیتی ہے اور اسباب اور نتائج کے رشتے کو بالخصوص زیرِ بحث لاتی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو جائز وسائل سے حاصل کرنے کو عبادت، اور استعمال کو شکر قرار دیتی ہے۔ دین کو بے عملی کی تہمت سے پاک کر کے، بھرپور عملی زندگی گزارنے کو عبادت قرار دیتی ہے۔ ثواب کی حقیقت بیان کرتی ہے اور گنتی و شمار کی بجائے یہ مشورہ دیتی ہے کہ عبادت کے ثمرات کو اپنے کردار میں دیکھو۔ سبحان اللہ! یہ حقیقت آج کے معاشرے نے فراموش کر رکھی ہے مثلاً اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:45) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اگر بندہ نمازی بھی ہے

اور برائی کرتا جارہا ہے تو اسے سوچنا ہوگا کہ اس کی نماز کی ادائیگی میں کہاں کمی ہے؟ وہ کہاں غلطی کررہا ہے کہ اسے برائی اور بے حیائی سے نہیں روکتی۔ جس طرح مریض دوا کھائے اور شفا نہ ہورہی ہو تو سوچنا پڑتا ہے کہ دوا میں کوئی گڑبڑ ہے، اسی طرح اللہ کے بتائے ہوئے نسخۂ شفا سے اگر بندہ برائی سے نہیں رک رہا تو اسے سوچنا ہوگا کیونکہ اداکاری سے حالات یا حقیقت نہیں بدلتی۔ اداکار پردۂ سکرین پر خواہ بادشاہ بن جائے یا کچھ اور، سکرین سے باہر آئے گا تو وہی ہوگا جو وہ حقیقت میں ہے۔ نماز میں بھی اگر اداکاری ہورہی ہو تو نماز سے باہر نکلے گا تو وہی ہوگا جو مسجد میں گیا تھا۔ تبدیلی نہیں آئے گی کیونکہ اداکاری سے حالات تبدیل نہیں ہوتے، حقائق سے تبدیل ہوتے ہیں۔''

اس تفسیر کا یہ روشن پہلو ہے کہ قرآنی احکام کا اطلاق آج کے معاشرے میں کیسے ہوتا ہے، اس موضوع پر بغیر لگی لپٹی کے بات کرتی ہے۔ اُمت کو درپیش فتنوں اور مسائل کی نشاندہی ہی نہیں، بلکہ ایک ماہر نباض کی طرح تمام اسباب، علامات، خدشات اور علاج بھی بتاتی ہے۔

یہ بار بار اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ نتائج اعمال پر مرتب ہوں گے، دعوے اور آرزوؤں پر نہیں۔ عبادت بھی وہی مقبول ہوگی جو خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ عبادت کے نام پر دنیا حاصل کرنے کے وظیفے، چلّے اور نذرانے سب کو مسترد کردیتی ہے۔ اس کا ہر بیان اپنی ذات میں سمندر ہے، بحرِ علوم ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر آیت، ہر رکوع، اتنا جامع، اتنا منور ہے کہ پوری زندگی کا احاطہ کرنے کو کافی ہے۔

''اکرم التفاسیر'' کا ایک منفرد پہلو یہ بھی ہے کہ مخاطبین جس علمی سطح کے بھی ہوں ہر کسی کو اس کی استعداد اور طلب کے مطابق راہنمائی ضرور ملتی ہے۔ اس کی محفل سے کوئی تہی دامن نہیں اٹھتا۔ اس میں موجزن روشنی دامن بھی عطا کرتی ہے۔ چونکہ یہ نورِ قلبی ہے محض الفاظ نہیں چنانچہ ہر دل تک اس کی کرنیں پہنچتی ہیں۔

اس کی یہ شان بھی قابلِ تحسین ہے کہ یہ واقعات کی اُن تفصیلات کو زیرِ بحث نہیں لاتی جن کو ہمارے عمل اور کردار سے تعلق نہیں، البتہ جن میں ہمارے لیے سبق اور راہنمائی ہے اُن پہلوؤں کو بہت واضح کردیتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 84، وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۝ --- کی تفسیر میں رقم طراز ہیں ''قرآن کو قصے کہانیوں یا تاریخ سے دلچسپی نہیں ہے۔ قرآن کتابِ ہدایت ہے اور قرآن کا سارا موضوع انسانی معاشرے کے ایمان وعمل اور تہذیب واخلاق کی اصلاح ہے۔'' یہ محکم آیات کی طرف توجہ کی ترغیب دیتی ہے اور متشابہات سے پرہیز کی ہدایت دیتی ہے۔ یہ کردار کے نتائج پر بہت اصرار کرتی ہے اور بغیر کسی Sugar Coating کے، فیصلے سناتی ہے۔ یہ باور کراتی ہے کہ نیکی کبھی برائی سے جنم نہیں لیتی، حرام میں شفا نہیں ہوتی، برائی کا انجام کبھی انعام نہیں ہوتا۔ انسان کو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونے دیتی۔ ہر گناہ کو ہی بہت بڑا جرم قرار دیتی ہے کہ اللہ کی نافرمانی معمولی بات نہیں۔ اعمال وکردار اور اُن کے نتائج پر بحث اس تفسیر کا انتہائی قیمتی اثاثہ ہے۔

یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو یکسر اہمیت دینے پر زور دیتی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی بارگاہ کے ارشادات ہیں۔ آج یہ وبا بھی عام ہے کہ حقوق اللہ کی خیر ہے، حقوق العباد ہی کی فکر کرنی چاہیے۔ ''اکرم التفاسیر'' ایسے تمام خود ساختہ افکار کی خوب بیخ کنی کرتی ہے۔ کیا خوب ہے کہ تم جتنی اطاعتِ رسول ﷺ کرتے ہو، اتنی ہی انسانیت کے حامل ہو گے، جہاں چھوڑتے ہو اتنے تم حیوان ہو۔

یہ علم وعرفان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔ اب یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے کون کتنا اس میں ڈوب کر گوہرِ نایاب پالیتا ہے۔ یہ ایک روشن ومنور قلب کی صدا ہے اور صلائے عام ہے، آؤ! اپنے دلوں میں چراغاں کرلو۔

اللہ کریم شیخ المکرم مدظلہ العالیٰ کی یہ محنت قبول فرمائیں، انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائیں اور رہتی دنیا تک اس خوبصورت تفسیر کا فیض جاری رکھیں کہ یہ بلاشبہ ''اکرم التفاسیر'' ہے۔

مساعی جمیلہ

دورہ ڈیرہ غازیخان
بعثتِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کی روداد

محمد اشفاق قریشی
ڈویژنل صدر الاخوان ڈیرہ غازیخان

ربیع الاوّل کا بابرکت مہینہ شروع ہوتے ہی خیر و برکت اور رنگ و نور کی محافل کا ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو دنیا کو منور و معطر کر دیتا ہے۔

آنحضور ﷺ کی وِلادت باسعادت کے سلسلہ میں ڈیرہ غازیخان ڈویژن میں تنظیم الاخوان کی طرف سے بعثتِ رحمتِ عالم ﷺ کے موضوع پر مختلف مقامات پر جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔ ان جلسوں میں شرکت کیلئے دارالعرفان منارہ ضلع چکوال سے ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ و تنظیم الاخوان جناب عزت مآب بھائی ملک عبدالقدیر اعوان صاحب اور ہیڈ ماسٹر محمد خان صاحب تشریف لائے، اِن کی آمد و استقبال اور منعقد جلسوں کی روداد کچھ یوں ہے۔

9 دسمبر 2016 بروز جمعۃ المبارک بوقت 1:00 بجے دِن ناظمِ اعلیٰ بھائی ملک عبدالقدیر اعوان صاحب ہیڈ ماسٹر محمد خان صاحب کے ہمراہ دارالعرفان منارہ سے ڈیرہ غازیخان کیلئے روانہ ہوئے۔ ڈیرہ غازیخان کے ڈویژنل صدر راقم الحروف محمد اشفاق قریشی نے اپنے ساتھیوں ملک سیف اللہ صاحب (صاحب مجاز)، ڈاکٹر نوید آصف یوسفی، محمد علی بخاری، اکبر صدیقی، میاں منظور، رضوان رحمانی، نعمان بخاری اور دیگر ساتھیوں سمیت شاندار استقبال کیا۔

شام 5:30 بجے تمام ساتھی مظفر گڑھ بائی پاس Total Petrol Pump پر موجود تھے جہاں ناظمِ اعلیٰ ملک عبدالقدیر اعوان صاحب پہنچے، جہاں معزز مہمانوں کی تواضع کی گئی، اور مغرب کی نماز ادا کی گئی، بعدازاں یہ چھوٹا سا کارواں ڈیرہ غازیخان شہر کی سمت روانہ ہوا۔ تقریباً رات 7:00 بجے ملک سیف اللہ صاحب (صاحب مجاز) کے دولت خانہ پر پہنچے، رات کے کھانے سے فراغت کے بعد بھائی ملک عبدالقدیر اعوان صاحب آرام کیلئے تشریف لے گئے اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے جمع شدہ ساتھیوں کو ذکر کروایا، شب گئے یہ بابرکت محفل برخواست ہوئی۔

اگلی صبح 10 دسمبر بروز ہفتہ صبح کی نماز کے ساتھ ہی ذکر اذکار کا آغاز ہوا۔ صبح 9:00 بجے ناشتہ کیا گیا۔ 10 بجے کے قریب ناظمِ اعلیٰ صاحب نے ڈیرہ غازیخان کے تنظیمی ڈھانچے کے آئے ہوئے ساتھیوں سے ملاقات کی۔ دوپہر 2:00 بجے اپنا میرج ہال واقع نزد ٹریفک چوک ڈیرہ غازی خاں میں جلسہ بعثتِ رحمتِ عالم ﷺ کا انعقاد کیا گیا۔ اس جلسے کا سارا انتظام جناب ڈاکٹر نوید یوسفی صاحب نے کیا۔ اس میں مرد و خواتین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا۔ جناب عبدالسلام اور ڈاکٹر مرزا محمد اسلم صاحب نے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے نعتیہ کلام پاک کو اپنی مترنم آواز میں انتہائی عقیدت سے پیش کیا۔ نظامت کے فرائض اکبر صدیقی صاحب نے سرانجام دیئے۔ صاحبِ مجاز ملک سیف اللہ صاحب نے شیخ المکرم کا تفصیلی تعارف پیش کیا، تعارف کے بعد ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ و تنظیم الاخوان عزت مآب جناب ملک عبدالقدیر صاحب نے جلسہ سے خطاب کیا، اِن کے روح پرور خطاب کا موضوع بعثت رحمتِ عالم ﷺ تھا۔ ان کے بیان کے موضوع کے مطابق مختلف مکتب ہائے فکر کے علماء کی ایک کثیر تعداد کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنابِ رسول ﷺ کی وِلادت باسعادت 9 ربیع الاول کو ہوئی اور آنحضور ﷺ نے 12 ربیع الاول کو اِس دنیا سے پردہ فرمایا اور وصالِ محبوب کو روانہ ہوئے۔ اس لئے ہمیں وِلادت باسعادت کی خوشیاں مناتے ہوئے

اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ جناب رسول ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد کیا تھا۔ ہماری خوشیوں کا مرکز ومحور بعثت کا دن ہونا چاہیے۔ جب قریش خاندان کے ایک صادق وامین نوجوان کو ساری دنیا کیلئے رحمت بنا کر نبی مبعوث فرمایا گیا، ہمارا نصب العین ان کی ولادت کی خوشی صحیح وقت پر منانے کے ساتھ ساتھ شریعتِ محمدی ﷺ کی پیروی کرنا ہونا چاہیے۔ تاکہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو سکے، ہمارے لیے یہ بات باعثِ صد افتخار ہے کہ ہم آخری نبیؐ کی امت میں سے ہیں جن پر ایک ایسے دین کا نزول کیا گیا جو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

ناظمِ اعلیٰ صاحب کے ایمان افروز بیان نے مجمع میں اس فکر کے بیج کی آبیاری کی، کہ ہم ایک ایسے نبی ﷺ کی امت ہیں جو انسانیت کیلئے رحمت تھے، اس لیے ہمیں وہ کام کرنے چاہئیں جس سے اللہ اور اللہ کا رسول راضی ہوں۔

دعا کے بعد ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ملک عبدالقدیر اعوان صاحب نے ساتھیوں کے روحانی اور دنیاوی مسائل سنے اور ان کا حل بھی بتایا، اس کے بعد ہم واپس سیف اللہ صاحب (صاحب مجاز) کے گھر آ گئے۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد ذکر ہوا۔ اور ڈی جی خان کے باہر سے آئے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ ناظمِ اعلیٰ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ رات کا کھانا 9:00 بجے ڈویژنل صدر محمد اشفاق قریشی کے گھر تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ناظمِ اعلیٰ صاحب نے اپنا قیمتی اور بابرکت وقت راقم الحروف کے اہلِ خانہ کو دیا۔ انہوں نے خاندان کے تمام مرد وخواتین سے ملاقات کی اور خطاب فرمایا۔ اس بابرکت اور پرفضاء ماحول میں ذکر اور مراکبات کی اہمیت اور عظمت کے بارے میں تفصیل سے بات ہوئی۔ یہ سب میرے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات تھی۔ میرا دل ان ساعتوں پہ خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔ بعد ازاں آپ ملک سیف اللہ صاحب (صاحب مجاز) کے ہاں تشریف لے گئے اور قیام فرمایا۔ کیونکہ اگلی صبح تونسہ شریف کے جلسہ میں شرکت کیلئے روانہ ہونا تھا۔

11 دسمبر بروز اتوار ہم سب ناظمِ اعلیٰ صاحب کے ساتھ تونسہ شریف پہنچے، وہاں ہماری میزبان باجی سلمیٰ فردوس صاحبہ (صدر الاخوات) تھیں۔ انہوں نے وہاں جلسہ کا انتظام سٹی فوڈ کلب میں 3 بجے کیا ہوا تھا۔ اس جلسہ کی نظامت کے فرائض ملک سیف اللہ صاحب نے سرانجام دیئے۔ جلسہ کا باقاعدہ آغاز تلاوتِ قرآن پاک اور شیخ المکرم کے نعتیہ کلام سے کیا گیا۔ تقریباً 1500 سے زائد مرد وخواتین نے جلسہ میں شرکت کی۔ سیف اللہ صاحب نے تعارفی خطاب میں شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ تعالیٰ اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں ناظمِ اعلیٰ صاحب نے بعثت رحمتِ عالم ﷺ پر بات کی، انہوں نے فرمایا کہ ولادت کی خوشی منانا کہیں بھی منع نہیں لیکن ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد کیا ہے۔ ہمیں وہ کام کرنا چاہیے جس کیلئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔

پروگرام کے بعد دعا ہوئی اس کے بعد ساتھیوں کے ساتھ نشست ہوئی۔ اور مغرب کی نماز ادا کی گئی۔ مغرب کی نماز کے بعد ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ملک نور ربانی کھر کے ڈیرے پر جانے کیلئے روانہ ہوئے۔

ہیڈ تونسہ سے ہوتے ہوئے ہم ملک محمد نور ربانی کھر کے آبائی قصبہ لسوڑی پہنچے، جہاں پر ملک ربانی کھر اور ان کے بیٹے ملک رضا ربانی کھر نے ناظمِ اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ملک عبدالقدیر اعوان صاحب کا شاندار استقبال کیا۔

ہم مظفر گڑھ کے نواحی علاقے سنانواں کے قصبے لسوڑی تک صدر الاخوان ضلع مظفر گڑھ میاں منظور صاحب کی رہنمائی میں پہنچے۔

11 دسمبر رات کا کھانا ملک نور ربانی صاحب کے ساتھ کھایا۔ اور ذکر کی نشست بھی ہوئی۔ 12 دسمبر بروز سوموار دن 1:00 بجے ناظمِ اعلیٰ صاحب نے ملک نور ربانی کھر کے گھر جشن عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں منعقد جلسہ سے خطاب فرمایا۔ ہر سال 12-11-10 ربیع الاول کو ان کی بستی میں یہ جشن کھر صاحب کے آباؤ اجداد کے زمانہ سے منایا جاتا ہے۔ جس میں اہلِ علاقہ ہزاروں کی تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی روایت کے مطابق ہزاروں افراد شریک تھے۔ اس تاریخی جلسے سے ناظمِ اعلیٰ بھائی عبدالقدیر اعوان صاحب نے خطاب کیا۔ اور بعثت رحمتِ عالم ﷺ کے موضوع پر بات کی۔ ان کے خطاب نے مجمع پر رقعت طاری کر دی۔ (بقیہ صفحہ نمبر 39 پر)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : کثرت سے حج اور عمرہ کرنے والا غریب اور محتاج نہ رہے گا۔
ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

احباب سلسلہ کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ اور بہترین سروس کیساتھ۔

ساتھیوں کو گروپ کی شکل میں بھی بھیجا جاسکتا ہے
ایڈوانس رابطہ کیجئے۔

سستے ترین عمرہ پیکیج

اکانومی
بجٹ اکانومی پلس سٹارز ہوٹلز
پیکیجز دستیاب ہیں

اور تمام ائر لائنز کی ٹکٹیں ایڈوانس بکنگ کیساتھ فوری دستیاب ہیں
نیز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے
ورک ویزوں کے پراسس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

العروج انٹرنیشنل ٹریولز
IATA PIA & PSA
Come Fly With Us
GOVT LIC 2223
اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR-1559

اکال والا روڈ عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ
0334-6289958
0334-0694165
046-2511559
046-2512559
WhatsApp: 0334-6289958
Email:alarooj@hotmail.com

pin point any, then seek Allah's forgiveness as He (SWT) is All-knowing of the Seen and the Unseen. He must be asked for Protection against all evil forces.

MAGIC/SORCERY AND THE HEREAFTER.

Allah (SWT) tells us that those who believe in practicing magic and do so, as to inflict pain on others, to take the woman of others or to usurp the wealth of others, know very well that their pursuit is evil. They know وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ that they have abandoned Allah's religion (deen) and bought Shaitan's incantations, thus مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ, they will have nothing in the Hereafter. They may have acquired some tricks in this world but have incurred a great loss in the bargain by losing their eternal successes in the Hereafter. Quran states وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ, لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ, if only they could understand that their soul has deceived them into a very evil bargain. What they should have done was to have embraced the faith, وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (Al Baqra 103) If only they had believed and been obedient to Allah (SWT) and had become righteous and followed in the foot steps of Muhammad, Messenger of Allah (SAWS), if only they had known!

DO NOT BE AFRAID OF MAGIC BUT BE AFRAID OF SINS

Hence, there is no reason to be afraid of magicians/sorcerers and shaitaan. However, one must be afraid of his sins and his character should always seek Allah's forgiveness. One must seek forgiveness at least hundred times daily and if he finds it difficult then at least say it twenty times after each Salaat. An- other very effective and simple formula for strengthening one's faith is to recite Darood, in abundance. Darood is a supplication which is always accepted and never turned down. This is why the righteous scholars suggest that whenever one needs to supplicate, he should always precede and succeed it with Darood Sharif. This is because Darood Sharif will be accepted by Allah (SWT) and it is beyond His Grace and Mercy to accept the preceding and succeeding and leave the middle supplication. He (SWT) is very kind as He (SWT) accepts the middle one, too. So, come within the folds of His Protection for He is the Best Protector and the Most Merciful indeed!

دعائے مغفرت

1۔شیخوپورہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نعیم الرحمٰن کی والدہ محترمہ

2۔کوئٹہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی خرم شہزاد کی والدہ محترمہ

3۔ڈیرہ غازی خان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر حافظ غلام یٰسین کے والد محترم

4۔سمبڑیال، سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد نواز

5۔ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سہیل صاحب کے والد محترم

6۔مخدوم عالی، ضلع لودھراں سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی درّ محمد شاہ

7۔کوہاٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی قیام الدین کے والد محترم

8۔گاؤں ہموکہ، ضلع خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اسلم

9۔گلشن کالونی، فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اعجاز

10۔چیچہ وطنی، ساہیوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی بشیر احمد

11۔لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد سلیم، عبدالروف، عبدالغفور کی والدہ محترمہ

12۔چیچہ وطنی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد جاوید کی والدہ محترمہ

13۔بھمبر، آزاد کشمیر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد مشتاق کی زوجہ محترمہ

14۔کوٹلی آزاد کشمیر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد حبیب اللہ کے والد محترم

15۔قائدآباد، خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حکیم منظور احمد کی زوجہ محترمہ

16۔اٹک سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی اسماعیل کی والدہ محترمہ

وفات پا گئے ہیں دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

Those people think that such forces like jinn are subservient to them but in reality they have been taken over by Shaitaan, who helps them display some super natural pranks that fool the public and destroy their beliefs. The people who follow the Sorcerers destroy their wealth as well as honor.

MAGIC AND CONSTRICTOIN OF RIZQ.

Though it might appear as a harmless statement that some sorcerer has constricted my provisions (rizq) but we hear this, very commonly, in our society. However, if some one actually starts believing in this, then he will be contradicting the Divine Claim وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا whereby any living thing on earth is fed by the Provider of the entire Universe. It is Allah (SWT) the Rabb who has vouched responsibility to feed every one on the face of the earth. Now if a person believes that a magician or a sorcerer can prevent the provisions promised by Allah (SWT) then this statement, in reality, hosts a great disbelief. In reality, he is claiming that Allah (SWT) the Provider wants to give but the sorcerer is not allowing Him (SWT) to give! We hardly bother to ponder over this fact and very easily claim that my business was closed by a sorcerer; children's marriages were stopped by sorcerers etc. etc. How can a sorcerer stop anything? Remember what Allah (SWT) has to do, cannot be stopped by anyone! If Allah (SWT) wants to inflict some difficulty on anyone or plans to benefit anyone, nobody can help to avert that loss, nor can anyone stop the benefit that is destined for him.

GAINS OR LOSSES ARE ONLY FROM ALLAH (SWT).

Sorcerers can neither help anyone to gain something nor cause harm to anyone. It is said here وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (Al Baqra 102), they cannot harm anyone with their magic unless Allah (SWT) Himself permits it by lifting His Protection. The righteous scholars opine that even physical health deteriorates also, when the angels assigned over its protection are commanded to stop guarding it. The Prophets (AS) experienced hardships and also the chosen servants of Allah (SWT) but for them the turmoil serves to elevate their spiritual ranks. This can be understood by a simple example that to attain Martyrdom one has to go through execution. Martyrdom is a status marked by Allah's Nearness; a destination of Divine Nearness, but to acquire it one has to bear the process of execution. Similarly, there are other stations of Allah's Nearness and to attain them; for some sickness is a must, for some a loss in financial matters is inevitable. Thus to attain some stations some kind of worldly hardship is to be faced. In technical terminology it is called MUJAHIDA-E-ISTIRARI meaning "hardship under compulsion"; a kind of hardship through which a person is forced to go through by Allah (SWT). This is for the pious people while for average believers the hardship becomes a source of expiation of their sins.

MAGIC/SORCERY IS NOT A REALITY BUT A MIRAGE.

Let it be clearly understood that magic does not have the capability or power to change the originality of anything. It cannot transform honey into poison or vice versa. However, it can simply deceive people. سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ (aaraf-116).The magicians spellbound the eyes of the public whereby the ropes they had thrown appeared as snakes to the people. Whosoever is blessed with a perfect faith does not get influenced by any such a display of magic. Such pranks cannot harm a perfect faith, nor have any effects on such a believer. In spite of every thing, if still we feel that some magician or sorcerer is causing us any harm then there is a very simple solution and that is,Repentance. Whatever mistakes that are being done must be left and if we cannot

SORCERERS CANNOT HARM ANYONE

From Akram-ul-Tafseer
Vol: 1, Pages 236 to 240)

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

It is merely a superstition that sorcerers can harm us; no sorcerer can harm anyone except for harming his own self by indulging in disbelief. If sorcerer harms anyone it is not because of sorcery or magic but because of the weakness and the effects of the wrong doings of that person. Quran further elaborates that the two Angels would tell every one that although we are giving you the details of sorcery/magic but it is disbelief and a trial for you so do not indulge in it for Allah's (SWT) sake. However, most of the people were inclined more towards it; to acquire a skill whereby they could attract the wives of other people towards themselves. They wanted to learn such words (of magic) whereby a rift could be caused between a husband and a wife. Quran tells us that وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ (A l Baqra 10)They could not harm anyone with their magic or sorcery, nor can shaitan harm anyone, but اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ , only by ALLAH's Permission. Any person, any place or any action which loses Allah's Protection becomes vulnerable to sorcerers and shaitan's (devil) pranks.

DIVINE PROTECTION

Every individual, believer, Muslim is blessed with Divine Protection. There are certain sins and mistakes which divest a person of the Divine Protection, he enjoys. This is the natural outcome of sin, just as eating rotten food can cause indigestion. If we eat rotten food we will suffer from cholera, then this will be the natural outcome of eating wrong things. Similarly there are certain mistakes which when committed deprive us of Allah's Protection in our health, business or family affairs. When this happens then Satan influences these areas and his incantations also become effective. If anyone feels that he has been put under a magic spell or someone is doing that, then he should review his own self as to why that spell is affecting him? If he finds his mistake then he should repent and quit; if he fails to find any mistake then he should pray to Allah (SWT). He should say to Allah (SWT) "You are the most merciful. You know my mistakes and why I am suffering; please I want to seek your forgiveness and repent on that mistake. Please grant me the capacity to abstain from it and protect me from it.

Allah (SWT) is so munificent that He protects us from those mistakes. At times we do not even realize the mistakes and keep on doing them, taking them as very light or ordinary matters. Prophet (SAWS) once said that a person may act in piety all his life but may say a sentence evil enough to ruin his entire pious deeds and take him to Hell; while a person commits sins all his life but he says something so good that it serves to earn him forgiveness, from all his sins and qualifies him for Jannah. At times we say words without realizing the intensity or meanings of these words and they turn out to be grave transgression in Allah's Court. Thus we are deprived of Allah's Protection.

What is Sorcery? It is nothing but Satan's incantations or words. What are Shaitan's incantations? They are words of heresy. The Satan tries to help all those Sorcerers or individuals who repeat those incantations.

the Prophet[S.A.W.] expressed to one of his Companions, Abu Zar Ghaffari. It establishes:

- The recitation of the *Qurãn* and *zikr* are mentioned with a conjunction, establishing their separate entities. Therefore, *zikr* is distinct from the recitation of the *Qurãn* for which the word 'reading' or 'reciting' is used. However, the term *zikr* is used for the *Qurãn* itself but not for its reading or recitation.

Everyone does not remember the *Qurãn* by heart and to do so, or to read the entire text, is a collective obligation as distinct from an individual obligation; whereas, *zikr* is obligatory on all Muslims.

- The important condition attached to *zikr* is frequency as the *Qurãn* enjoins its performance under all circumstances. On the other hand, the recitation of the *Qurãn* is neither possible at all times, nor under all circumstances; for example, during sleep, while engaged in business, at the time of Answering the call of nature, or during the period of major impurity following intercourse.
- The ultimate aim of *zikr* is His communion, i.e. the Name disappears but the Named is retained in the heart. On the other hand, the *Qurãn* contains events of the past, examples, commandments, type of worship and matters of mutual dealings. Its recitation is aimed at comprehension of the commandments; and not retaining only its Name in the heart and parting with the commandments. In this connection it is necessary to draw on the meaning of the verse:

  And do you (O Muhammad[S.A.W.]) remember your Rabb within yourself. (7:205)

Here *zikr* means *Zikr-e Qalbi* and not the *Qurãn*, because reading of the *Qurãnic* commandments relates to oral recitation, whether within or outside the *Salah*, and it must be remembered that *Salah* is not performed if the recitation is done with the heart and not by word of mouth.

Question: It was stated earlier that *zikr* is absolute, but here it is restricted to *Zikr-e Qalbi* only.

Answer: This is just to restrain those who argue that increase in *Nawafil* and *Salah* fulfils the obligation of *zikr*, calling other forms a heresy, despite the fact that all forms are covered by the categorical *Qurãnic* injunctions. It has also been specifically proved from the *Qurãn* that *zikr* is not confined to *Salah* only, though it is also a superior and sublime form of *zikr*. Thus *Zikr-e Qalbi* has been proved from the *Qurãn* (as also the fact) that it is the only type which is possible under all circumstances, and not *Salah* or the recitation of the *Qurãn*.

Frequent *Zikr* Enjoined

Wherever *zikr* is enjoined in the *Qurãn*, in most cases, the condition of frequency has been added; for example:

O you who believe! When you meet any army hold firm and remember ALLAH much so that you may be successful. (8:45)

...whoever looks towards ALLAH and the Last Day and remembers ALLAH much (33:21)

And men who remember ALLAH much... (33:35)

O you who believe! Remember ALLAH with much remembrance. (33:41)

Ibn-e Kathir, while explaining the verse *'uz-kur ALLAH-a zikran kathira'* ('remember ALLAH much'), writes:

> Ibn-e Abbas explains that ALLAH has not enjoined any worship on His bondsmen of which a limit has not been prescribed and the excuse of a handicapped not accepted. The only exception to the rule is where, neither a limit is laid down, nor has the excuse of anyone been accepted, save that of a lunatic.

(To be Continued)

ZIKR

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

CHAPTER-XIII Continued

Absolute *Zikr* Enjoined

Zikr is enjoined by the categorical injunctions of the *Qurãn* in scores of verses with emphasis on its frequency. It is absolute as to the quantum and manner, i.e. neither any upper nor lower limit of its duration is laid; nor any restrictions on its method (individually, collectively, standing, sitting or reclining) are imposed. Therefore, this commandment covers every manner and number. To insist on any particular mode or to object to another as heresy is, therefore, improper. Such an attitude is tantamount to impeding *zikr*, an act denounced by the *Qurãn* in the following words:

> *Those who debar (man) from the path of ALLAH and would have it crooked.* (7:45)

Rûh al-Ma'ani elaborates this verse:

> "They are those who prevent the seekers from the Path leading to His communion and intend its diversion by misrepresenting it with a view to induce aversion in the heart of a seeker, to deviate him from the right path in the same manner as the heretics and dissimulators do."

In light of the above, it will also be improper to confine *zikr* only to *Salah*, recitation of the Holy *Qurãn*, declaration of His Praise, *Kalimah*, *Darud Sharif*, etc. and to argue that the *sûfi* methods of emphatic recitals, etc. are outside its pail. As *zikr* is absolute and all forms and types mentioned above, together with *sûfi* methods, will be included in *zikr*.

Zikr* Besides *Salah

It is proved beyond doubt from the following categorical injunctions of the *Qurãn* that besides *Salah* and *Nawafil*, there is some other method of *zikr* also:

> *When you have performed Salah, remember ALLAH, while standing, sitting and reclining. And when you are in safety, observe proper worship; Salah at fixed hours has been enjoined on the believers.* (4: 103)
>
> *Men whom neither merchandise nor sale beguiles from zikr and constancy in Salah.* (24:37)
>
> *And when Salah is ended, then disperse on the land and seek of ALLAH's bounty; and remember ALLAH much.* (62:10)

The first verse enjoins that after the believers are free from *Salah*, they should engage themselves in their mundane business and remember ALLAH much; here *Salah* and *zikr* are separately mentioned. In the second verse *Salah* is mentioned after *zikr*, while in the third *zikr* is placed in the middle. In all these verses, *zikr* is enjoined besides *Salah* which is subject to fixed timings. On the other hand, the condition of frequent *zikr* defies the limitations of time. Therefore, it is established that there are other modes of *zikr* besides *Salah*.

Zikr* Besides Recitation of the *Qurãn

The Prophet[S.A.W.] said:

> "Be resolute in the recitation of the *Qurãn* and ALLAH's *zikr*. In return you will be remembered in the heavens and it will be a source of light for you on earth."

This Hadith is in the form of a wish which

THE AULIA AS DESCRIBED BY THE PROPHET-(SAWS)

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

CHAPTER-XII

Notes:

- An enlightened saint sees everything; for example, the stages of the Path, *Bait al- M'amûr*, *Sidrat al-Mun'taha*, Paradise, Hell, the Empyrean, the Divine Throne, *Loh-e Mehfûz* (the Guarded Tablet), fruits and rivers of Paradise, Angels, Spirits, Jinn, etc. This view is real, for all of the aforementioned realities have no images.
- The *aulia* or the *sûfi* saints, though they remain physically on the earth, yet their spirits attain freedom from time and space.

Enmity with the *Aulia* is Enmity with ALLAH

It is an established principle that knowledge is in harmony with the known; and if the latter is sublime, the former will automatically be so.

I created jinn and mankind only that they might worship (and recognize Me). (51:56)

The reality explained in the above famous verse should be pondered over in the light of this principle. The aim of creation will be fulfilled with the attainment of His gnosis. Therefore, to bear enmity with the *aulia*, who help in attaining this aim, amounts to utter lack of insight.

"The punishment in the Hadith under reference, where ALLAH declares war against those who bear enmity with His friends, should be an eye-opener for those who renounce the *aulia*. Anyone at war with ALLAH cannot attain salvation. The distinguished scholars of the *Ummah* agree that those who: (1) renounce the *aulia* and (2) indulged in usury, are at war with ALLAH. Each one of them is likely to die without faith, because these are the acts of the infidel. The least punishment for those who renounce the *aulia* is that they remain deprived of their beneficence and are likely to meet a tragic end. While, some other enlightened men maintain that if anyone is found indulging in the persecution of the *aulia* and rejects their beneficence, be sure, that he is at war with ALLAH and is far removed from His Mercy." (***Fatãwa al-Hadithiah***, vol: II, p: 285)

States Abdullah Ibn-e Umar: that his father, Caliph Umar, one day visited the Prophet's-S.A.W. mosque. There, he found Ma'az, another Companion, weeping by the Prophet's-S.A.W. shrine. The Caliph said, "Whosoever bore enmity with a *wali* has indeed opposed ALLAH. ALLAH is pleased with such of the pious bondsmen who live in obscurity, and are neither searched for nor recognised when seen. Their hearts are the beacons of guidance and they have rid themselves of any possible darkness, i.e. are spared of every type of ignorance and its resultant evil." (***at-Targhib***, vol: III, p: 444)

Note: There are two major disadvantages of bearing enmity with the *aulia*. First is the deprivation of their beneficence in the world; the other, the danger of a tragic end. Both stand proved from the Hadith under reference.

MONTHLY

Al-Murshid

March 2017

Jamad-ul-Sani 1438H

الله
رسول
محمد

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الشيطان
جاثم على قلب ابن آدم فإذا ذكر الله خنس وإذا غفل
وسوس. (بخاري)

Narrated by Hazrat Abi Huraira (RAU) that Prophet (SAWS) said: Satan keeps a close watch on the human qalb (heart), and waits for an opportune moment to attack; when the person engages in Zikr Allah Satan goes away; and when he is heedless, Satan comes forward and whispers unto his qalb.

The deeds and the character are witnesses to one's claim of being a believer. If the witnesses are liars the claim is not proven. (page 8)

Al-Sheikh Maulana Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255